ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

4

جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ
اپریل ۲۰۱۴ء

- دینی مدارس کا تحفّظ اور پیغام امن
- تحفّظ ختم نبوت کے قانون کے خلاف تازہ عالمی مہم!
- دہشت گردی کے خلاف جنگ ہماری اور اسلحہ اُن کا

- خاندان سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے بنو ہاشم کی رشتہ داریاں
- اسلام کی اجنبیت اور دینی مدارس
(حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی خطاب)
- ’’ضربِ کلیم‘‘ اور ...... (قادیانیت)

بیاد شہداءِ تحریک مقدس تحفظِ ختم نبوت 1953ء

9 ویں سالانہ

شہداءِ ختم نبوت کانفرنس

24 اپریل 2014ء جمعرات بعد نماز عشاء دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

زیر صدارت
ابن امیرِ شریعت
حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان
حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
مہتمم جامعہ خیرالمدارس ملتان

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی
مہتمم جامعہ فاروقیہ، شجاع آباد

حافظ سید محمد کفیل بخاری
نائب امیر: مجلس احرار اسلام پاکستان

محترم جناب
ڈاکٹر طاہر خاکوانی
امیر تنظیم اسلامی حلقہ جنوبی پنجاب

محترم جناب
عبداللطیف خالد چیمہ
مرکزی ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

محترم جناب
ابن ابوذر حافظ سید محمد معاویہ بخاری
مدیر ماہنامہ ''الاحرار'' لاہور، ملتان

جناب علامہ
عنایت اللہ رحمانی
رہنما جمعیت اہل حدیث پاکستان

محترم جناب
قاری عبدالرحمن ملتانی

ثناخوان مصطفیٰ
حافظ اشرف علی
حافظ محمد اکرم احرار

تحریک تحفظِ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام ملتان

فون نمبرز
061-4511961
0300-6326621

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 25 شمارہ 4 جمادی الثانی 1435ھ — اپریل 2014ء
Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

تشکیل

دل کی بات:	دینی مدارس کا تحفظ اور پیغام امن	مدیر	2
شذرہ:	تحفظ ختم نبوت کے قانون کے خلاف تازہ عالمی مہم!	عبداللطیف خالد چیمہ	3
افکار:	امریکہ نے قانون توہین رسالت کے خلاف 12 این جی اوز کو ٹاسک دے دیا	سیف اللہ خالد	5
//	دہشت گردی کے خلاف جنگ ہماری اور اسلحہ اُن کا؟	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	7
دین و دانش:	خاندان سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے بنو ہاشم کی رشتہ داریاں	مولانا حکیم محمود احمد ظفر	9
خطاب:	اسلام کی اجنبیت اور دینی مدارس	حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخ ساز خطاب	14
بیادِ مجلس امیر شریعت:	حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سبق آموز یاد	مولانا مجاہد الحسینی	27
ادبیات:	نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر محمد اکرام تائب	30
//	منقبت در مدح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	محمد سلمان قریشی	31
//	امیر المؤمنین، خلیفہ راشد رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ	پروفیسر خالد شبیر احمد	32
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط: ۳۴)	پروفیسر خالد شبیر احمد	33
مطالعۂ قادیانیت:	"ضربِ کلیم" اور احمدیت (قسط اول)	پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم انتخاب و تقدیم: شکیل عثمانی	42
اخبار الاحرار	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	55
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ——— 200/- روپے
بیرون ملک ——— 4000/- روپے
فی شمارہ ——— 20/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ام ڈی اے چوک ملتان

رابطہ
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات مدیر

دینی مدارس کا تحفظ اور پیغامِ امن

تحفظِ مدارسِ دینیہ کانفرنسوں کا سلسلہ جاری ہے۔ ملتان، کراچی اور کوئٹہ کے بعد پشاور کانفرنس نے اہل حق کے مثالی اتحاد اور عظیم الشان اجتماعیت کا منظر پیش کیا ہے۔ وفاق المدارس پاکستان کی قیادت، تمام دینی جماعتوں کے قائدین و کارکنان اور دینی مدارس کے علماء وطلباء اس کارنامے پر مبارک باد اور خراجِ تحسین کے حق دار ہیں۔

دینی مدارس کو قومی دھارے میں لانے ،نصابِ تعلیم کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے اور مدارس کے علماء کا معاشی مسئلہ حل کرنے کا مروڑ حکمرانوں کے پیٹ میں رہ رہ کر اُٹھتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ حکمران اپنے تعلیمی اداروں میں بہتری لاتے اور نصابِ تعلیم میں قرآن وحدیث کی تعلیم کو اہمیت دے کر اسے لازمی قرار دیتے لیکن یہاں تو ”الٹے بانس بریلی کو“ والا معاملہ ہے۔ دینی مدارس کے قیام کا مقصد صرف اور صرف دینی تعلیم ہے کہ مساجد آباد رہیں، اذانیں بلند ہوتی رہیں، قرآن وحدیث کی تعلیم ہوتی رہے اور مسلمانوں کو حلال وحرام معلوم ہوتا رہے۔ کیا حکمران اِن مقاصد سے متفق نہیں؟ اصل میں تو یہ عالمی طاغوت کا ایجنڈا ہے جس کی تکمیل کے لیے وہ ہمارے حکمرانوں کو استعمال کرنا چاہتا ہے۔ قومی سلامتی بل کی آڑ میں دینی مدارس کی آزادی وخود مختاری کو ختم کرنے کی خواہش کبھی کامیاب نہ ہوگی۔ نصابِ تعلیم کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا مطالبہ قوم کو قرآن وسنت سے محروم کرنے کی سازش ہے۔ حکمران علماء کے معاشی مسائل حل کرنے کی بجائے قوم کے معاشی مسائل حل کریں۔ مدارس کے نصاب کو بدلنے کی بجائے قومی نصابِ تعلیم کو اسلام کی روشنی سے منوّر کریں۔ مدارس کے علماء نہیں بلکہ حکومتی تعلیمی اداروں کے فضلاء ڈگریاں اٹھائے لاکھوں کی تعداد میں بیروزگار پھر رہے ہیں حکومت کو اُن کا فکر کیوں نہیں؟ عالمی مالیاتی اداروں، خصوصاً آئی ایم ایف نے ہمارے وطن کو قرضوں میں جکڑ رکھا ہے۔ گزشتہ مہینے ڈالر کی قیمت بارہ روپے کم ہوگئی لیکن اشیاءِ صرف کی قیمتوں میں کمی کی بجائے اضافہ ہوا ہے۔ پٹرول، گیس اور بجلی عوام کی بنیادی ضرورتیں ہیں جو عوام کی قوتِ خرید سے باہر نکل گئی ہیں۔ ڈالر کی قیمت کم ہونے کا مژدہ سنانے والے ناجائز منافع خوروں، ذخیرہ اندوزوں، سوداور حرام خوروں نے چپ سادھ رکھی ہے۔ جوں ڈالر کی قدر بڑھتے ہی اشیاءِ صرف کی قیمتوں میں اضافہ کر کے پھر عوام کو لوٹیں گے۔ یہ سب کچھ دینی مدارس کے علماء وطلباء کر رہے ہیں یا ریاست چلانے والے یونیورسٹیوں کے فضلاء؟ تھر کے عوام قحط سے مر رہے ہیں اس کا ذمہ دار کون ہے؟

دینی مدارس کے علماء وطلباء ملک بھر میں امن کا پیغام لے کر چل رہے ہیں۔ حکمرانوں کو معلوم ہے کہ امن کے پیغام بر کون ہیں اور دہشت گرد کون؟ دہشت گردی اور بدامنی کو دینی مدارس سے جوڑنے کا بدترین مذاق اب بند ہونا چاہیے۔ پہلے ہر واقعے کو طالبان سے منسوب کر دیا جاتا تھا، اب حکومت اُن سے مذاکرات کر رہی ہے۔ بعض امن دشمن قوتیں مذاکرات کی مخالفت اور آپریشن کی حمایت کر رہی ہیں۔ حکومت کے علم میں ہے کہ یہ ”طائفہ“ کن قوتوں کے اشاروں پر ناچ رہا ہے۔ مولانا سمیع الحق نے درست فرمایا ہے کہ ”حکومت اور فوج مذاکرات کے حامی ہیں۔ آپریشن کے حامیوں کا ایک بریگیڈ بنا کر اس کا طالبان سے مقابلہ کرا دیا جائے تو آپریشن کا شوق پورا ہو جائے گا۔“ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری کا کہنا ہے کہ ”حکومت دینی مدارس میں مداخلت اور انہیں بند کرنے کا شوق بھی پورا کرلے۔ دینی مدرسہ ماں کی گود سے شروع ہو کر قبر کی آغوش پر مکمل ہوتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت مدارس کو ختم نہیں کر سکتی۔“

حکمرانوں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ زمینی حقائق پر نگاہ رکھیں اور عوام کے حقیقی مسائل پر توجہ دیں، ان شاء اللہ ملک امن کا گہوارہ بن جائے گا۔

عبداللطیف خالد چیمہ

تحفظ ختم نبوت کے قانون کے خلاف تازہ عالمی مہم!

مارچ کا مہینہ شہداءِ ختم نبوت 1953ء کے حوالے سے ہمارے لیے بے حد اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور مختلف اجتماعات میں شرکت کی وجہ سے مصروفیت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ راقم الحروف 2/ مارچ کو شہداءِ ختم نبوت احرار کانفرنس لاہور میں شرکت کے لیے پابہ رکاب تھا کہ روزنامہ ’’دنیا‘‘ لاہور کے صفحہ اوّل پر یہ خبر سامنے آئی

> واشنگٹن (اے ایف پی) امریکی ارکان کانگریس نے پاکستان سمیت دیگر اسلامی ممالک میں مقیم قادیانیوں کی سرپرستی اور ان کے حقوق کی جنگ لڑنے کے لیے اپنے ایک گروپ (کاکس) کی تشکیل کا اعلان کیا ہے۔ یہ گروپ قادیانیوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے بنیادی رپورٹس تیار کرے گا جنہیں بعد میں کانگریس کے ایجنڈے میں شامل کیا جا سکے گا اور امریکی کانگریس ان رپورٹس کی بنیاد پر کارروائی کر سکے گی۔ کاکس میں شامل ری پبلکن نمائندے فرینک وولف اور انکے معاون ڈیموکریٹ رکن جیکی سپیئر کا کہنا تھا کہ پاکستان، انڈونیشیا اور سعودی عرب سمیت جہاں بھی قادیانیوں کے حقوق کی نفی کی جائے گی، یہ گروپ متحرک ہو کر وہاں کی حکومت پر دباؤ بڑھائے گا اور اس اقلیت کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جائے گا۔ وولف نے کہا کہ امریکہ قادیانیوں پر ہونے والے مظالم پر خاموش نہیں رہ سکتا، ان کی حفاظت امریکہ کی ذمہ داری ہے۔ واضح رہے کہ پاکستان میں قادیانی گروپ کو 1974ء سے غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے اور ان پر خود کو مسلمان ظاہر کرنے پر پابندی عائد ہے۔ (روزنامہ ’’دنیا‘‘ لاہور صفحہ اوّل 2/ مارچ 2014ء)

اس کے بعد امریکی ادارے ’’یونائیٹڈ اسٹیٹ کمیشن برائے عالمی مذہبی آزادی‘‘ نے بھی اپنی رپورٹ میں پاکستان سے توہین رسالت قانون کے خاتمے کے علاوہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا قانون بھی ختم کرنے کا مطالبہ کر دیا ہے (روزنامہ ’’اُمت‘‘ کراچی 18/ مارچ 2014ء)

مذکورہ دونوں خبروں کے حوالے سے ہم نے مارچ میں شہداءِ ختم نبوت کانفرنسوں میں اپنے ردِ عمل اور خیالات کا تفصیلی اِظہار کیا ہے، جس کے بعض حصے آپ کو اس شمارے میں بھی ملیں گے۔ اصولی طور پر تو یہ بات اُس وقت ہی طے ہو گئی تھی کہ قادیانیوں کا اصل سرپرست کون ہے؟ جب 1953ء میں وقت کے حکمرانوں نے ’’کُل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت‘‘ کے مطالبات کو یہ کہہ کر رَد کر دیا تھا کہ ’’اگر ہم نے پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو امریکہ ہماری گندم بند کر دے گا۔ پھر تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت 1953ء کے بعد منیر انکوائری کمیشن اور اس کی طبع شدہ رپورٹ نے کھل کر واضح کر دیا تھا کہ قادیانیوں کا سپانسرڈ کون ہے؟ حالات وواقعات نے اِن گتھیوں کو اَب آسان کر کے کھول کے دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے۔

سردست ہم صرف اِتنا کہنا چاہیں گے کہ جناب! امریکہ، یورپی یونین، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائٹس واچ سمیت ساری دنیا مل کر بھی پاکستان کے آئین سے قادیانیوں والی قرار دادِ اقلیت حذف نہیں کرواسکتے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔
احرار کی جملہ ماتحت شاخوں کو تاکید مزید کی جاتی ہے کہ جن جن مقامات پر مارچ کے حوالے سے اجتماعات نہیں ہو سکے وھاں اپریل کے مہینے میں اجتماعات کا انعقاد یقینی بنایا جائے۔ 7/ اپریل کو گوجرانوالہ، 8/ اپریل کو ناگڑیاں (گجرات)، 11/ اپریل کو تلہ گنگ اور 24/ اپریل کو ملتان میں شہداءِ ختمِ نبوت کانفرنسوں کا انعقاد ہو رہا ہے۔ اِن علاقوں کے ساتھی مذکورہ اجتماعات کو کامیاب بنانے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائیں اور حسبِ حالات مختلف مکاتبِ فکر کے رہنماؤں کی شرکت کو یقینی بنائیں۔

جو آئے تھے ختم نبوت میں کام کہو ان شہیدوں پہ لاکھوں سلام

مالی پریشانی اور تنگدستی کے موقع کی دعا

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا کہ ایک پریشان حال اور غربت ومرض کے شکار انصاری شخص سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ ایسی حالت کیوں ہے؟ کہا: تنگدستی اور امراض کی وجہ سے، آپ نے فرمایا: میں تم کو ایسی دعا نہ بتادوں تم اس کو پڑھو تو تنگدستی اور بیماری دور ہو جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے رسول! وہ دعا ہمیں سکھا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھو:

تَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَداً وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ وَلِیٌّ مِنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْراً۔ (الدعاء للطبرانی، جلد۱، صفحہ ۳۲۸، کنز العمال، جلد۲، صفحہ ۱۹۷)

ترجمہ: میں اس ذات پر بھروسہ کرتا ہوں جو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی اور تمام تعریفیں اس اللہ کی جس نے کسی کو کوئی بیٹا نہیں بنایا اور نہ حکومت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ عاجزی کے موقع پر اس کو کوئی حمایتی درکار ہے اور اسی کی خوب بڑائی بیان کرو۔

چند دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے ابو ہریرہ بہت اچھی حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے کہا: آپ نے جو دعا سکھلائی تھی اس کی وجہ سے ہے۔

- حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو اس بات سے کون سی چیز روکتی ہے کہ تنگیٔ معاش کے وقت گھر سے نکلتے ہوئے یہ دعا پڑھ لیا کرو:

بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَدِیْنِیْ اَللّٰھُمَّ رَضِّنِیْ بِقَضَائِکَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا قُدِّرَ لِیْ حَتّٰی لَا اُحِبَّ تَعْجِیْلَ مَا اَخَّرْتَ وَلَا تَاخِیْرَ مَا عَجَّلْتَ۔ (کتاب الدعاء، جلد۱، صفحہ ۱۳۷، کنز العمال، جلد۴، صفحہ ۴۸)

ترجمہ: اللہ کا نام اپنی جان ومال اور دین پر اے اللہ! اپنے فیصلہ سے مجھے راضی فرما دے اور جو میرے لیے مقدر فرما دیا گیا اس میں برکت عطا فرما تا کہ جسے تو تاخیر سے دے اس میں جلدی اور جسے جلدی نوازے اس میں تاخیر نہ چاہوں۔

سیف اللہ خالد

امریکہ نے قانون توہین رسالت کے خلاف

12 این جی اوز کو ٹاسک دے دیا

امریکی سرکاری ادارے ''یونائیٹڈ سٹیٹ کمیشن برائے عالمی مذہبی آزادی'' نے اپنی رپورٹ میں پاکستان سے توہین رسالت قانون کے خاتمے کے علاوہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا قانون بھی ختم کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ واضح رہے کہ یہ کمیشن امریکی صدر، وزارت خارجہ اور کانگریس کے لیے سفارشات تیار کرتا ہے، جب کہ اس کے سربراہ کا تعین کانگریس کی دونوں جماعتوں کے اتفاق رائے سے صدر امریکہ کرتا ہے۔ اس کمیشن کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا ڈائریکٹر ریسرچ ناکس تھیمس "Knox Thames" اس عہدے پر آنے سے پہلے یو ایس آرمی وار کالج اور امریکی وزارت خارجہ میں کام کرتا رہا ہے۔ جب کہ ادارے کی خاتون سربراہ جیکی وولکوٹ "Jakie Wolcott" اقوام متحدہ میں ایٹمی عدم پھیلاؤ کی سفیر رہی ہے۔

کمیشن نے اپنی رپورٹ میں الزام عائد کیا ہے کہ پاکستان کی دیکھا دیکھی دیگر ملک بھی توہین مذہب پر قانون سازی کر رہے ہیں اور گرفتاریاں شروع ہو چکی ہیں۔ اس سلسلے میں بنگلہ دیش، انڈونیشیا، مصر اور یونان کی مثال بھی دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ پاکستان، اقوام متحدہ کی جانب سے عالمی سطح پر توہین انبیاء کے خلاف قانون کا مطالبہ بھی کر چکا ہے اور دیکھا یہ گیا ہے کہ اس قانون کے سبب توہین رسالت کے الزام میں عوامی غم وغصہ بڑھ رہا ہے۔ اس طرح قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور ان کے خلاف قوانین ختم کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔ باخبر ذرائع کا دعویٰ ہے کہ امریکی کمیشن کی رپورٹ کا ہدف صرف پاکستان ہے، تا کہ اسے عالمی پابندیوں میں جکڑ سکے۔ اس مقصد کی خاطر ایک طرف بلوچستان کا ایشو ہے، تو دوسری جانب امریکی حکومت اور قادیانی جماعت کے درمیان قربتیں بڑھ رہی ہیں۔ قادیانی جماعت کے نسیم مہدی نامی ایک ذمہ دار پاکستان کے خلاف امریکی کانگریس اور امریکی کمیشن سے نہ صرف رابطے میں ہے، بلکہ مؤثر لابنگ بھی کر رہا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ قادیانی جماعت اور امریکی حکومت ایک عرصے سے پاکستان میں توہین رسالت کے قوانین کے خلاف کام کر رہی ہیں۔ ماضی میں خفیہ طور پر پاکستان کے خلاف جاری قادیانی، امریکہ اتحاد جسے اسرائیل کی مکمل تائید حاصل ہے، مارچ کے آغاز میں اس وقت کھل کر سامنے آیا، جب امریکی کانگریس میں حکمران اور اپوزیشن جماعتوں کے دو مسلم دشمن اور یہودی نمائندوں جیکی سپیئر (ڈیموکریٹس) اور فرینک وولف (ری پبلکن) نے قادیانیوں کی حمایت کے لیے ایک کاکس قائم کیا اور اس موقع پر نسیم مہدی بھی موجود تھا۔ اس کاکس کی افتتاحی تقریب میں بھی پاکستان کے خلاف منفی پروپیگنڈا کیا گیا۔ کاکس نے کہا کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلانے والی قانون سازی ختم کرا کے ہی دم لے گا۔ اس کے بعد ہی یہ رپورٹ منظر عام پر آ گئی، جس میں قادیانی جماعت بھی توہین رسالت کی حمایت کرتی دکھائی دے رہی ہے۔ امریکہ اور پاکستان کے امور پر نظر رکھنے والے اسلام آباد میں موجود ذرائع کا دعویٰ ہے کہ امریکہ اور اس کے

اتحادیوں کے مذموم مقاصد کے لیے ویسے تو پاکستان میں 60 سے زائد ڈونر ایجنسیاں کام کر رہی ہیں، تاہم توہین رسالت کا قانون اور قادیانیوں کے خلاف قانون سازی ختم کرانے یا ان قوانین کو عملاً معطل کرانے کی خاطر براہ راست 12 غیر ملکی این جی اوز کو خصوصی طور پر ہدف دیا گیا ہے۔ ان این جی اوز کو فنڈز اور ہدایات بھی جاری کی جا چکی ہیں۔ جن این جی اوز یا ڈونر ایجنسیوں کو پاکستان میں قانون سازی میں کردار ادا کرنے کو کہا گیا ہے، ان میں برطانیہ کا EVANGELICA چرچ EVANGELICA، الائنس، انٹرنیشنل کرسچن کنسرن واشنگٹن، دی پراسیکیوشن واشنگٹن Repreive، لندن، اس کی پاکستان میں پارٹنر جسٹس پاکستان، امریکی این جی او ACUMEN FUN، امریکہ کی ہی DRS، امریکہ کی ہی چرچ ورلڈ سروس، ہالینڈ کی RNE، ناروے کی NORANO، آئرلینڈ کی TRACAIVE اور امریکہ کا سب سے بڑا ادارہ USAID شامل ہے۔ ذرائع کا دعویٰ ہے کہ یہ تمام ڈونر ادارے متعلقہ ممالک کے سفارتخانوں میں موجود ہیں اور پاکستان میں کئی این جی اوز ان سے وابستہ ہیں۔ دوسری جانب امریکی سفارتخانے سے وابستہ بعض مولوی حضرات توہین رسالت قانون کی حد تک تو آواز اٹھانے کو تیار دکھائی دیتے ہیں، لیکن قادیانیوں کے معاملے میں کھل کر بات کرنے کو تیار نہیں، جس سے امریکی سفارتخانے کو مایوسی کا سامنا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہی امریکی سفارت خانے کی جانب سے سیاست دانوں کی ذہن سازی کرنے کے لیے محنت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ دریں اثنا اسلام آباد میں ناروے کا سفارت خانہ اور شہر میں موجود امریکی سفارت خانے کا ایک انڈر کور دفتر بھی اس مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اور جلد میڈیا میں موجود امریکی دوستوں کو بھی کال کی جائے گی۔ اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں بعض میڈیا کے نمائندوں کے ساتھ رات گئے تک جاری رہنے والی ڈسکشن میں بھی یہی قوانین زیر بحث رہے ہیں۔

دریں اثنا جے یو آئی کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے معاملے کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے تنبیہ کی ہے کہ امریکہ کی مداخلت اب دینی معاملات تک جا پہنچی ہے، جسے عوام قطعی برداشت نہیں کریں گے۔ ترجمان کے ذریعے انھوں نے امریکی اقدامات کی شدید مذمت کی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ اگر امریکی باز نہ آئے تو پاکستان میں ناموس رسالت کے نام پر ایک اور مذہبی اتحاد وجود میں آ سکتا ہے۔ دوسری جانب سینیٹر پروفیسر ساجد میر نے سعودی عرب سے اپنے ایک بیان میں امریکی اقدام کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ امریکی رپورٹ کا مقصد صرف قادیانیوں کا دفاع ہے۔ امریکہ اس کے ذریعے پاکستان میں فرقہ وارانہ فساد بھڑکانا چاہتا ہے۔ پوری قوم اور دینی قیادت دفاع ناموس رسالت پر متحد ہے۔ مجلس احرارِ اسلام کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ کا کہنا ہے کہ ہمیں فخر ہے کہ ہم نے قادیانیت کا راستہ روکا، ان کے خلاف قانون سازی کرائی۔ اب ایک بار پھر امریکہ قادیانیت کو بچانے کی خاطر پاکستان میں مداخلت کر رہا ہے، لیکن ایسا کسی قیمت پر نہیں ہونے دیا جائے گا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے سربراہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی نے امریکی کمیشن کی رپورٹ پر احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی ہمیشہ سے پاکستانی آئین کے باغی ہیں۔ امریکہ ان کی حمایت میں پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے باز رہے۔ یہ قوانین بے پناہ قربانیوں اور مسلسل جدوجہد کا ثمر ہیں۔ ان کے خلاف کسی بھی سازش کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔

(روزنامہ ''اُمّت'' کراچی، 18/ مارچ 2014ء)

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

دہشت گردی کے خلاف جنگ ہماری اور اسلحہ اُن کا؟

مسلمان کبھی دہشت گرد نہیں ہوتا، ہمیشہ امن اور سلامتی کا پیامبر ہوتا ہے۔ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم ہے، مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے اموال اور اپنے خون یعنی جانوں کو محفوظ سمجھیں۔ (الحدیث)

دوسری طرف کتاب لاریب میں اللہ نے بتا دیا ہے کہ یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے، ہاں تم ہی اُن کی ملّت اختیار کر لو تو اور بات ہے۔ (القرآن)

پھر یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ ''امریکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہمارے واجبات ادا کرے۔'' وزیر خزانہ پاکستان...... اگر یہ دہشت گردی کی جنگ ہماری جنگ ہے تو خرچہ امریکہ کیوں دے؟ اور اگر یہ امریکی مفادات کی جنگ ہے تو اس میں وطنِ عزیز کے سپوت کیوں مروائے جا رہے ہیں؟ پرویز مشرف پر تو غداری کا مقدمہ کہ اس نے آئین توڑا اور ملکی افواج کو امریکی ہراول دستہ (فرنٹ لائن سٹیٹ) بنا دیا مگر زرداری گورنمنٹ نے بھی اس روسیاہی میں بھرپور حصہ ڈالا اور اب شریفوں کی حکومت بھی ایک انچ آزادی کی راہ پر نہیں آئی...... الیکشنی وعدے اپنی جگہ پر...... ایک بڑے آدمی نے دوسرے بڑے آدمی پر الزامات کی بھرمار کر دی تھی، اُس نے عدالت میں طلب کر لیا تو وہاں کہہ دیا جناب وہ تو میرا سیاسی بیان تھا (یعنی حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا، سب جھوٹ اور چکر بازی تھی)۔ عدالت نے بھی اُسے چھوڑ دیا اور متاثرہ فریق نے بھی اس کی معذرت قبول کر لی۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ پہلے زمانے میں انبیاء سیاست کرتے تھے مگر وہ سیاست لائق مدح ہوتی تھی۔ آج سیاست جھوٹ اور فریب کے معنی میں لی جا رہی ہے جب کہ سیاست کا لغوی معنی قطعاً یہ نہیں ہے۔ سیاست کا معنی تو سرداری اور امانت داری کے سوا کچھ نہ تھا۔ کسی بھی عربی اردو لغت کو اٹھا کر دیکھ لیں۔

طالبان سے مذاکرات کا وعدہ شریف حکومت نے الیکشن کے دوران کیا تھا مگر امریکہ سے اجازت نہ ملی تو اس کو ٹالتے رہے حتّٰی کہ پھر صدر امریکہ نے وزیر اعظم کو طلب کیا۔ مذاکرات کی انتظار میں قوم گھڑیاں گن رہی تھی، طالبان مطمئن تھے، انہوں نے پالیسی بدل لی تھی احتیاط چھوڑ دی تھی جیسے ہی اُن کے امیر حکیم اللہ نے حکومتی ٹیم کو وقت دیا، حکومتی ٹیم نے تو کیا پہنچنا تھا، امریکی ڈرون پہنچ گئے...... طالبان نے وہی نتیجہ نکالا جو ایک فریق مقدمہ نکالا کرتا ہے کہ نواز شریف نے خود ہمیں مروایا ہے...... خیر ڈرون بھی جاری رہے اور مخلص محبِّ وطن لوگ بھی دوبارہ مذاکرات کی کوشش کرتے رہے بالآخر حکومت اور طالبان دونوں طرف سے مذاکراتی کمیٹیاں نامزد کی گئیں، پس پردہ مذاکرات شروع ہوئے۔ مولانا سمیع الحق کا بیان آیا کہ ہم مذاکرات کے لیے چھپتے پھرتے تھے کہ اُوپر ڈرون چکر لگا رہے تھے...... صرف عوام نہیں عوام سے زیادہ حکومت اور ایجنسیوں کو علم ہے کہ طالبان کی جنگ بندی کے باوجود دھماکے اور حملے کون کر رہا ہے۔ سابق پاکستانی سفیر

(امریکہ) نے ہزاروں کے حساب سے امریکیوں کو ویزے دیے تھے اور ایک ہی رات میں ہزاروں ویزے دبئی سے بھی جاری کیے گئے تھے۔ کسے معلوم نہیں کہ بلیک واٹر اور زی ورلڈ کے علاوہ را اور موساد کے ایجنٹ اپنی کارگزاری میں ماہر ہیں۔ فیصل آباد میں گرجے پر حملہ کرنے کے لیے جانے والے افراد پکڑے گئے وہ کرسچین تھے مگر طالبان کا لٹریچر اور طالبان نام کی رکنیت اور اسلحہ اُن کے پاس ملا...... مگر کیا اخبارات میں آنے کے باوجود بھی اُن کو کوئی سزا ملی؟ کراچی میں امریکی پکڑے گئے مگر کیا اُن کا اسلحہ امن کا نشان تھا؟ پشاور میں کئی بار بیرون ملکی اسلحہ بردار پکڑے گئے کیا انہیں کوئی سزا دی گئی؟ ہم طالبان کی کارروائیوں کے حامی نہیں مگر طالبان کی وردی پہن کر ملکی بربادی کے حصہ دار غیر مسلم اور اُن کے ایجنٹ بھی کسی رعایت کے مستحق نہیں۔ اس جنگ سے جو قطعاً ہماری جنگ نہیں اس سے دست بردار ہوں۔ امریکی اسلحہ اور امریکی ڈالروں سے ملک وملّت کو برباد مت کریں۔ اللہ حافظ وناصر ہو۔

بزرگی کی اصل پہچان

(حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

صاحبو! بزرگی کی پہچان یہ ہے کہ جتنا زیادہ بزرگ ہوگا اسی قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی حالت ملتی جلتی ہوگی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کا زیادہ پابند ہوگا۔ کیونکہ فقیری بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے نکلی ہے۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ مولویوں کے پاس نہیں جاتے اسی لیے بہت سی غلطیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ بزرگی کی ایک پہچان یہ بھی اپنے دل سے گھڑ رکھی ہے کہ جو شخص آنکھ ملتے ہی بے ہوش کر دے، اُٹھا کر زمین پر پٹک دے وہ بڑا بزرگ ہے۔ کس قدر بے ہودہ بات ہے کہ اگر یہ بزرگی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ضرور اس کو برتنا چاہیے تھا۔ پھر کیا وجہ کہ جب کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہا تو آپ اس کے انتظار میں رہے کہ یہ لوگ ذرا غافل ہو جائیں تو میں نکل کر جاؤں۔ آپ نے ایک ہی نگاہ میں کیوں سب کو بے ہوش نہ کر دیا۔ پھر جب مدینہ کو تشریف لے چلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے چلتے تھے جب سراقہ سامنے آ گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں بھیجا گیا تھا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور سراقہ چلا آ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ سے دعا ہی فرمائی کہ اے اللہ! ہم کو اس کے شر سے بچا چنانچہ دعا کرتے ہی پیٹ تک اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے کہا کہ شاید آپ نے میرے لیے بددعا کی ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ قریش کو آپ کا پتہ نہ دوں گا۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور اس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا۔ پھر اس نے اپنا وعدہ پورا کیا کہ راستہ میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کے لیے آتا ہوا ملا اس کو لوٹا دیا آپ کا پتہ کسی کو نہ دیا۔

اس واقعہ سے آج کل کے لوگوں کو سبق لینا چاہیے کہ اس زمانہ کے کافروں میں بھی عہد وپیمان کا پاس ولحاظ تھا۔ آج کی طرح پولیٹیکل اور سیاسی چالیں نہ تھیں۔ بلکہ آج سے چندروز پہلے تک بھی یہ خُوبی اکثر لوگوں میں موجود تھی مگر افسوس آج بالکل اس کا پتہ نہیں اور خاص کر مسلمانوں کی حالت تو اس وقت کہنے کے قابل نہیں۔ دن میں سیکڑوں جھوٹے وعدے کرتے ہیں، بیسیوں مکر کرتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ رنج کی بات یہ ہے کہ جو دین دار کہلاتے ہیں وہ بھی اس حالت سے پاک نہیں۔

صاحبو! پہلے لوگ اس قدر سیدھے سادے بھولے ہوتے تھے کہ ان کو کسی قسم کی چالاکی آتی ہی نہ تھی۔ (تسہیل المواعظ صفحہ ۲۳۳ تا ۲۳۵)

مولانا حکیم محمود احمد ظفر

خاندان سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے بنو ہاشم کی رشتہ داریاں

سیدنا مروان ابن الحکم رضی اللہ عنہ بھی خاندانِ بنواُمیّہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کے چچازاد بھائی اور داماد تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی سیدہ اُمِ ابان الکبریٰ ان کے حبالۂ عقد میں دی ہوئی تھی۔ (نسب قریش، ص:۱۱۲)

آپ بہترین کردار اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ نہایت ثقہ اور علمی لحاظ سے نہایت بلند تھے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے حدیث روایت کی۔ علاّمہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کو فقہاء میں شمار کیا ہے۔ (منہاج السنۃ، جلد:۳، ص:۱۸۹۔ الاصابہ، جلد:۳، ص۴۵۵ء)

علاّمہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کا تتبع کرتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ، جلد:۸، ص:۲۵۸)

قاضی ابوبکر بن العربیؒ نے کبارِ اُمّت میں ان کا شمار کیا ہے۔ (العواصم من القواصم، ص:۸۹)

ان کی عادت تھی کہ مشکل اُمور میں اور دینی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کرتے تھے تاکہ دین کے خلاف کوئی فیصلہ یا بات نہ ہوجائے۔

(البدایۃ والنہایۃ، جلد:۸، ص:۲۵۸۔ طبقات ابن سعد، جلد:۵، ص:۳۰، تذکرہ مروان)

علاّمہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بہت بڑی جماعت کے نزدیک وہ صغار صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ، جلد: ص:۲۵۷)

آپ سے سعید بن المسیّبؒ، عروہ بن زبیرؒ، عبدالملک بن مروانؒ کے علاوہ سیدنا زین العابدینؒ نے بھی روایت حدیث کی ہے۔

و قد کان مروان من سادات قریش و فضلائها. مروان قریش کے سادات اور فضلاء میں سے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ، جلد:۸، ص:۲۵۷)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ توانھیں القاری لکتاب اللہ، الفقیہ فی دین اللہ، الشدید فی حدود اللہ سمجھتے تھے۔ (ایضاً)

آپ کے انہی مناقب وفضائل کی وجہ سے سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما ان کے پیچھے برابر نمازیں پڑھتے تھے۔ (تاریخ صغیر للبخاری، ص:۵۷۔ البدایۃ والنہایۃ، جلد:۸، ص:۲۵۸)

چنانچہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بھی خاندانِ رسالت سے بہت محبت رکھتے تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا زین العابدینؒ اکثر ان سے قرض لیتے تھے۔ چنانچہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں اپنے

بیٹے عبدالملک کو وصیت فرمائی کہ سیدنا زین العابدینؒ کو جو کچھ قرض دیا ہوا ہے وہ بالکل واپس نہ لیا جائے۔
(البدایۃ والنہایۃ، جلد:۸،ص:۲۵۸، جلد:۹، ص:۱۰۴)

لیکن کیا کیا جائے تاریخ کے ان رپورٹروں کا، جنھوں نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو مسخ کر کے رکھ دیا اور آئندہ آنے والی نسلوں کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے سب سے برے آدمی تھے۔ لیکن تاریخ کے اوراق ہی اس بات کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان نے اپنی لڑکیاں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کے حبالۂ عقد میں دے کر ان کی بے گناہی اور پاک بازی کی شہادت فراہم کر دی۔ اور ان پر لگائے ہوئے الزامات سے اُن کو بَری قرار دے دیا۔

رشتۂ اوّل:

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے خاندان سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی پہلی رشتہ داری یہ تھی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ رملہ، سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بن حکمؒ کے صاحبزادے معاویہ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ چنانچہ علاّمہ ابن حزم الاندلسیؒ نے لکھا ہے:

و معاویة......شقیق عبدالملک......و تزوّج رملة بنت علی بن ابی طالب بعد ابی الهیّاج عبداللّٰه بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب.

اور معاویہ بن مروانؒ جو کہ عبدالملک کے بھائی تھے، ان سے رملہ بنت علیؓ بن ابی طالب کا نکاح ہوا۔ ابوالھیّاج عبداللہ بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کے نکاح کے بعد۔

(جمہرۃ انساب العرب، ص:۸۷)

اس رشتہ کا ذکر علاّمہ مصعب زبیریؒ نے بھی کتاب نسب قریش، ص:۴۵ میں کیا ہے۔ علاّمہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ایک اور صاحبزادی امیر المؤمنین عبدالملک بن مروانؒ کے نکاح میں تھیں۔
(ملاحظہ ہو: البدایۃ والنہایۃ، جلد:۹، ص:۶۹)

رشتۂ دوم:

خاندانِ علوی کا سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے خاندان سے دوسرا اہم رشتہ یہ ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسن مثنّیٰؒ کی صاحبزادی سیدہ زینبؒ، سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے پوتے ولید بن عبدالملک بن مروانؒ کے نکاح میں تھیں۔ اس سیدہ زینب کی والدہ ماجدہ سیدنا حسینؓ بن علیؓ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ تھیں۔ چنانچہ علاّمہ زبیری نے لکھا ہے:

و کانت زینب بنت حسن بن حسن بن علیؓ عند الولید بن عبدالملک بن مروان وهو خلیفة.

اور زینب بنت حسن بن حسن بن علیؓ، ولید بن عبدالملک بن مروانؒ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔

(کتاب نسب قریش، ص:۵۲)

اس رشتہ کا ذکر علاّ مہ ابن حزم نے بھی جمہرۃ انساب، ص: ۱۰۸ میں کیا ہے۔

رشتۂ سوم:

ان دونوں خاندانوں کا تیسرا رشتہ یہ ہے کہ سیدنا زین بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب کی صاحبزادی سیدہ نفیسہؒ کا نکاح سیدنا مروان کے پوتے، ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا تھا، اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ اس سیدہ نفیسہؒ کی والدہ نام لبابہ بنت عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب تھا۔

چنانچہ علاّ مہ ابن سعد نے اس رشتہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

و نفیسة بنت زید تزوّجها ولید بن عبدالملک بن مروان فتفوفیت عنده و امّها لبابة بنت عبداللّٰه بن عباس بن عبدالمطلب بن هاشم.

اور نفیسہ بنت زید بن حسنؓ بن علیؓ کا نکاح ولید بن عبدالملک بن مروانؒ سے ہوا۔ اور اسی کے ہاں اس کی وفات بھی ہوئی۔ اور نفیسہ کی والدہ کا نام لبابہ بنت عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم تھا۔

(طبقات ابن سعد، جلد: ۵، ص: ۲۳۴)

رشتۂ چہارم:

ان دونوں خاندانوں کے مابین چوتھا رشتہ علمائے انساب نے یہ بیان کیا ہے کہ سیدنا مروانؒ بن الحکمؓ کے سگے بھائی الحارث بن الحکمؓ کے پوتے اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث کے حبالۂ عقد میں سیدنا حسن بن علیؓ بن ابی طالب کی پوتی خدیجہ بنت الحسینؒ بن الحسن تھیں۔ ان سے اسماعیل بن عبدالملک کی اولاد بھی ہوئی۔

چنانچہ علاّ مہ ابن حزمؒ نے لکھا ہے:

وولد اسمٰعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم المذکور محمد الاکبر والحسین و اسحٰق و مسلمة امّهم خدیجة بنت الحسین بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب.

اور اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم کے ہاں محمد الاکبر، حسین، اسحاق اور مسلمہ پیدا ہوئے جن کی والدہ سیدہ خدیجہ بنت الحسین بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب تھیں۔

علاّ مہ مصعب الزہری نے خدیجہ کا نام اُمّ کلثوم ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: کتاب نسب قریش، ص: ۵۱، ۱۷۱)

رشتۂ پنجم:

خدیجہ بنت الحسینؒ کے بعد سیدنا مروانؓ کے بھائی الحارث کے پوتے اسماعیل بن عبدالملک کے نکاح میں سیدہ خدیجہ کی چچازاد بہن حمادہ بنت الحسن بن الحسن بن علیؓ آئیں۔ گویا اہل بیت نبوّت کی دوسری صاحبزادی اس اموی سردار کے نکاح میں آئیں۔ جو ان دونوں خاندانوں کے تعلقات کی پختگی پر ایک بیّن دلیل ہے۔

چنانچہ علاّ مہ ابن حزم الاندلسی ہی نے لکھا ہے کہ:

وولد اسمٰعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم محمد الاصغر والولید و یزید امّھم حمادة بنت الحسن بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب خلف علیھا بعد بنت عمّھا المذکورة.

اور اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم کے ہاں محمد الاصغر، ولید اور یزید پیدا ہوئے۔ جن کی والدہ حمادة بنت الحسن بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب تھیں جو اپنی چچازاد بہن کے بعد ان کے نکاح میں آئیں۔ (جمہرۃ انساب العرب، ص:۱۰۹)

رشتۂ ششم:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خاندان سے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے خاندان کا ایک رشتہ یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر طیّار رضی اللہ عنہ کی پوتی سیدہ رَملہ بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب، سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروانؓ کے نکاح میں آئیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

و تزوّجت رملة بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب سلیمان ابن ھشام بن عبد ملک.

اور نکاح کیا سیدہ رملہ بنت محمد بن جعفرؓ بن ابی طالب نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروانؓ سے (کتاب المحبر، ص:۴۴۹)

رشتۂ ہفتم:

ایک اور رشتہ ان دونوں خاندانوں میں یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ سکینہ بنت الحسینؓ نے اپنے شوہر مصعب بن زبیر کے قتل ہو جانے کے بعد اپنا نکاح سیدنا مروانؓ کے پوتے الاصبغ بن عبدالعزیز بن مروانؓ بن الحکمؓ سے کیا۔ جو خلیفۂ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے بھائی تھے۔ ان الاصبغ بن عبدالعزیز کی دوسری بیوی امیر یزید کی صاحبزادی اُمّ یزید تھیں۔

(المعارف ابن قتیبہ، ص:۹۴، جمہرۃ انساب العرب، ص:۹۶، کتاب نسب قریش، ص:۵۹)

رشتۂ ہشتم:

اسی سیدہ سکینہ بنت الحسینؓ کی ایک صاحبزادی ربیحہ تھیں۔ جن کے والد کا نام عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم تھا۔ اس ربیحہ بنت سکینہ بنت الحسینؓ کی شادی امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان کے پوتے عباس بن ولید بن عبدالملک سے ہوئی۔ (کتاب نسب قریش، ص:۵۹)

رشتۂ نہم:

سیدنا حسینؓ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی ایک صاحبزادی اُمّ محمد تو امیر یزید بن معاویہؓ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ ان اُم محمد کی حقیقی بہن اُم ابیہا امیر المؤمنین عبدالملک بن مروانؓ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ گویا امیر یزید

اورعبدالملک بن مروانؒ دونوں ہم زلف تھے۔ بعد میں اُم ابیہا کوطلاق ہوگئی۔طلاق ہوجانے کے بعد یہ سیدنا علی بن عبداللہ بن عباسؓ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ یہ دونوں بہنیں اُمّ محمد اور اُم ابیہا، لیلیٰ بنت مسعود بن خالد کےبطن سے تھیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انھوں نے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ بن ابی طالب سے نکاح کر لیا۔سیدنا عبداللہ بن جعفر طیّار سے ان کےبطن سے یہ دولڑکیاں،اورچارلڑکے یحییٰ،ہارون،صالح اورموسیٰ پیدا ہوئے۔

(جمہرۃ انساب العرب،ص:۶۲،کتاب نسب قریش،ص:۸۳۔البدایۃ والنہایۃ،جلد:۹،ص:۶۹)

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے ایک صاحبزادے علی بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ تھے جو سیدہ زینب بنت علی کےبطن سے تھے۔اس لحاظ سے وہ سیدنا علیؓ کے حقیقی نواسے اور سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے حقیقی بھانجے تھے۔تاریخ میں ان کو ''علی الزینبی'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ان ''علی زینی'' کی حقیقی پوتی سیدہ ربیحہ بنت محمد بن علی الزینی کی شادی امیر المؤمنین، یزید بن عبدالملک بن مروانؒ سے ہوئی تھی۔ان کی فوتیدگی کے بعد سیدہ ربیحہ امیر المؤمنین عبدالملک بن مروانؒ کے صاحبزادے بکّار بن عبدالملک کے حبالۂ عقد میں آئیں۔(کتاب المحبّر ،ص:۴۴۰)

اوراق اب بھی اس بات کا ثبوت اپنے سینہ میں سموئے ہوئے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مختلف مواقع پر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ،سیدنا حسین رضی اللہ عنہ،سیدنا عباس رضی اللہ عنہ،سیدنا عبداللہ بن جعفر طیّار رضی اللہ عنہ اور دیگر بنو ہاشم کوگراں قدر عطیات اور ہدایا سے نوازا۔ چنانچہ شیعہ مصنف نے بھی لکھا ہے:

فانّه كان يجيز الحسن والحسين ابني علي في كل عام لكل واحد منهما بالف الف درهم و كذالک كان يجيز عبدالله بن عباس و عبدالله بن جعفر.

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ،سیدنا حسن بن علی اور سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم کو ہر سال دس دس لاکھ درہم وظیفہ دیتے۔اور اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کو وظیفہ دیتے۔

(ابن ابی الحدید،جلد:۳،ص:۷۰۵،بیروت)

فروع کافی جلد:۲،ص:۲۶۲،طبع نول کشور میں تو یہاں تک آتا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا علی بن حسینؓ کا وظیفہ بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقرر فرمایا۔اور ایک موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو بھی ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔(الامالی للشیخ طوسی،جلد:۲،ص:۳۳۴)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو ہاشم اور بنواُمیّہ کے ان حضرات کے مابین کوئی مخاصمت نہ تھی، وگرنہ بنو ہاشم کے یہ حضرات کبھی ان سے وظیفہ لے کر نہ کھاتے اور بنواُمیّہ کے یہ لوگ ان کو وظیفہ نہ دیتے۔بنواُمیّہ کی نسبت یہ داستانیں ایک خاص سازش کے تحت وضع کی گئی ہیں۔تاکہ اُمّتِ مسلمہ ہمیشہ دوگروہوں میں بٹی رہے۔

☆......☆......☆

اسلام کی اجنبیت اور دینی مدارس

''دینی مدارس اور علماء پر فرنگی سامراج کے ظلم وستم کی داستان''

حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخ ساز خطاب

''دینی درس گاہ'' خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ کے جلسہ منعقدہ ۱۹۵۵ء میں

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخ ساز خطاب''

حضرات! کافی عرصہ کے بعد آج مجھے یہاں حاضری کا موقع ملا ہے، کبھی اسی قصبے (خان گڑھ) (۱) میں رہائش اختیار کیے تھا۔ یہاں تباہ کن سیلاب آنے کے بعد ملتان جانا پڑا، (۲) دربدری میری قسمت میں لکھی ہوئی ہے، کبھی یہاں کبھی وہاں، کبھی امرتسر، کبھی خانگڑھ، کبھی ملتان، کبھی ریل اور کبھی جیل ......اب بیمار ہوں، فالج زدہ ہوں، آج آپ کے سامنے بیٹھ کر تقریر کر رہا ہوں، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کھڑے ہو کر تقریر کرنے کے قابل بنا دے (آمین)

حضراتِ گرامی! یہ ایک دینی مدرسے کا جلسہ ہے، یہ دینی مدارس ہندوستان میں قدیم سے چلے آ رہے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب یہاں پر فرنگی سامراج نے اپنی گرفت مضبوط کر کے دین اسلام کا نام لینے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا، دینی مدارس کے ذرائع ختم کر دیے گئے تو علماء نے مجبور ہو کر لوگوں سے چندہ مانگنا شروع کیا ورنہ مغلیہ سلطنت میں علم وفضل کی بڑی قدر ومنزلت تھی، دینی مدارس کے نام پر بڑی جاگیریں تھیں، علماء بادشاہوں کے درباروں میں جا کر دینی کاموں کی خاطر چندہ نہیں مانگتے تھے، بلکہ بادشاہ خود دربار میں آ کر ان علماء اور دینی اداروں کو مالی امداد دینے کا اعلان کیا کرتے تھے۔

یہ ناگفتنی صورت اس وقت پیدا ہوئی جب انگریز کا منحوس قدم اس سرزمین میں آیا، اس نے آتے ہی مدرسے بند کر دیے، علم وآگہی کے دروازوں پر قفل لگا دیے گئے، علماء کرام کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا، ان سے جیل خانے بھر دیے گئے، علماء کو کالا پانی اور عبور دریائے شور کی سزائیں دی گئیں، نادر ونایاب کتب خانے نذر آتش کر دیے گئے، کوئی کتاب رہنے دی گئی اور نہ کوئی کتب خانہ باقی چھوڑا۔ ان دنوں علماء کرام نے حافظے کی بنیاد پر نئے سرے سے کتابیں لکھیں۔

(۱)　قیام پاکستان کے موقع پر حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ امرتسر سے ہجرت کر کے دفتر مجلس احرارِ اسلام لاہور تشریف لائے، چند ماہ بعد ضلع مظفر گڑھ کے قصبہ خان گڑھ میں معروف قومی رہنما نوابزادہ نصر اللہ خاں کی دعوت پر ان کے ہاں مقیم ہوئے۔

(۲)　۱۹۴۸ء میں خان گڑھ میں سیلاب آ گیا تو ملتان تشریف لے آئے۔ ۲۱ر اگست ۱۹۶۱ء کو ملتان میں ہی آپ کا انتقال ہوا اور جلال باقری قبرستان ملتان میں آسودۂ خاک ہو گئے۔

دینی مدارس کی جگہ سکول کالج:

حضراتِ محترم! میں کس کس کو یہ قصہ سناؤں، اور کس کس کے سامنے یہ داستانِ غم بیان کروں کہ فرنگی سامراج نے سرزمین ہند میں قدم رکھتے ہی دین و مذہب کے نام لیوا اور اسلام کے ساتھ عقیدہ و وابستگی رکھنے والوں کا کیا حشر کیا؟ ان کے مکانات ضبط اور ان کے مدارس بند کر دیے گئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ان دینی تعلیم گاہوں کی جگہ انگریزی سکول اور کالج قائم کر دیے۔

آپ یہ سن کر حیران ہوں کہ روہیل کھنڈ میں دس ہزار اور بنگال میں اسی ہزار مدارس موجود تھے، جن میں قال اللہ وقال الرسول کا درس جاری تھا۔ انھی کی بدولت بے شمار ہندو اور دوسرے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے، یا وہ عقیدۃً اسلام اور مسلمانوں کے قریب آئے اور ان سے مانوس ہوئے۔

نیز یہ بھی ہوا کہ غریب کے بچے تو دین کی جانب ہوئے اور بڑے بڑے سرمایہ داروں، وڈیروں، امیروں اور جاگیرداروں کی اولاد سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخل ہو کر انگریزی تعلیم سے بہرہ ور ہوتی اور فرنگی کی تہذیب و معاشرت اختیار کرنے لگی، کیونکہ انھیں اس بات کا یقین دلایا گیا تھا کہ ملازمت اور بڑے بڑے عہدے ملیں گے، لیکن اس کے مقابلے میں دینی مدرسے کا فارغ التحصیل عالم دین نان جویں کا محتاج، اور اس کے لیے ملازمت کے دروازے بند، سکولوں اور کالجوں میں تعلیم یافتہ معاشرے میں معزز، اس کے لیے کرسی حاضر، لیکن دینی اور اسلامی مدرسے میں تعلیم پانے والے ایک جلیل القدر، عالم، محدث اور فقیہ کا کوئی اعزاز نہیں۔ سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کو سرکاری امداد ملے۔ ملازمت ملے، نوکر چاکر ملیں، جاگیریں عطا ہوں، لیکن اسلامی مدرسے ضبط اور مدرسین جیل خانوں میں جکڑے ہوئے ہوں، تختہ دار پر اُن کی گردنیں کھنچوا دیں جائیں، ان کے بال بچوں کو دربدر ٹھوکریں اور جگہ جگہ دھتکار......

یہ تباہی کون لایا؟

سامعین......(انگریز)

حضرت امیر شریعت نے گرج دار آواز اور پرجوش لہجے میں فرمایا:

نہیں نہیں......صرف انگریز ہی نہیں اُس کی ذُرّیت (اولاد) بھی اس میں برابر کی شریک ہے، اور تباہی کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ یاد رکھو! جب تک انگریزی نظامِ تعلیم، انگریزی تہذیب وتمدن اور فرنگی سامراج کے ایک ایک نقش قدم کو مٹا نہیں دیا جاتا تباہی و بربادی کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوسکتا۔

دینی تعلیم کی شمعیں:

حضراتِ محترم! انگریز حکمرانوں اور فرنگی سامراج کے ان اسلام دشمن اقدامات اور ان کی مسلم کش سرگرمیوں کے سدّ باب کے لیے علماء کرام نے ہر محاذ پر مورچہ بندی کی، سیاسی، تعلیمی، معاشی اور معاشرتی ہر محاذ اور ہر مرحلے میں اپنی خدمات پیش کیں، ہر جگہ ان کا مقابلہ کیا۔ آفرین ہے ان مقابلہ کرنے والوں پر، کیسے کیسے بہادر، ماں کے لال سامنے آئے۔

علماء نے سوچا انگریزی تعلیم کے مقابلے میں دینی تعلیم کی شمعیں روشن کی جائیں، چنانچہ اس برصغیر میں جگہ جگہ دینی مدرسے قائم کرنے کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور مدرسہ چلانے کے لیے لوگوں سے چندہ وصول کرنے پر مجبور ہوئے، کہ لوگوں سے مانگ کر ان بچوں کو کھلاؤ، پہناؤ اور پڑھاؤ

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد

ان بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ دین اسلام کی تعلیم کو فروغ ملے، اسلام کے صحیح عقائد ونظریات کا تحفظ ہو، تعلیم اسلام کی خاطر ہو، روپے کی خاطر نہ ہو۔ آج انگریزی تعلیم کے حصول کا مقصد صرف جلبِ زر اور دنیا ہے ہاں اگر کوئی انگریزی زبان اس مقصد کے لیے سیکھتا ہے کہ اس کے ذریعے دین اسلام کی تبلیغ ہوگی تو یہ بھی دینی تعلیم شمار ہوگی۔

اسلام کیسے پھیلا؟:

حضرت امیر شریعت نے اپنے سلسلۂ خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا: آج آپ دفاتر میں چلے جایئے، کچہریوں، پولیس سٹیشنوں، دیوانی اور فوج داری محکموں غرضیکہ کسی جگہ بھی جایئے وہاں آپ کو دین اسلام کی جھلک نظر نہیں آئے گی۔ ان اداروں میں کسی جگہ بھی اسلامی قانون اور اسلامی ضابطۂ حیات نظر نہیں آتا۔ ہر شعبہ زندگی سے اسلام رخصت ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔

سید المرسلین وخاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے:

بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ. (اوکما قال علیہ السلام)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اسلام کا آغاز ایک اجنبی اور غریب کی حیثیت میں ہوا تھا اور اس پر ایک ایسا وقت پھر آجائے گا کہ معاشرے میں اجنبی اور غریب حیثیت اختیار کر جائے گا۔ پس خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جو ایسے حالات میں اسلام پر عمل پیرا ہو کر اجنبی اور غریب حیثیت میں زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔

حدیث مبارکہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو اسلام کو زیادہ تر غریب اور بے وسیلہ لوگوں نے ہی سینے سے لگایا ہے، اور زندگی کے ہر دور میں دینی طبقہ ہی ہمیشہ اجنبی اور غریب سمجھا گیا ہے، پھر اسلام کو انھی مفلوک الحال اور غریب لوگوں ہی کے اخلاق حسنہ اور ان کے حسن کردار وعمل سے فروغ اور تقویت ملی ہے۔

اسلام کا ظہور بھی تاریخ عالم کا منفرد واقعہ اور نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ اسلام آیا تو اس کو اپنے گھر (مکہ مکرمہ) میں بھی جگہ نہ ملی۔ کفار ومشرکین نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔

پھر آہستہ آہستہ اسلام پھیلا، اس کا پیغام گھروں میں پہنچا، دلوں میں اتر گیا، تجارت ومعیشت میں آیا، ترازو پہ قائم ہوا، اور رفتہ رفتہ زندگی کے تمام شعبوں میں چھا گیا۔

پھر مکہ مکرمہ فتح ہوا، مشرکین شکست وہزیمت سے دوچار ہوئے اور اپنے ہی گھر سے نکالے ہوئے اسلام کو انہوں نے قبول کر لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اخلاق کریمانہ ان کے رگ وپے میں رچ بس گیا اور وہی لوگ اُمت کی

ہدایت کا ذریعہ بن گئے۔ آج تنزلی کا دور ہے، دم واپسی ہے، ہمیں پیچھے کی طرف لوٹنا ہوگا، اپنا ذہنی، فکری اور اعتقادی سفر مکہ و مدینہ کی طرف ہی کرنا ہوگا۔

اسلام صرف تلوار کے زور، بندوق اور توپ و تفنگ کے خوف سے اور قوت و طاقت کے مظاہرے سے ہی نہیں بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت و تبلیغ، جہاد، اجلے کردار و اخلاص اور جانی و مالی قربانی سے پھیلا ہے۔ صُفّہ کے مدرسہ اور بدر و اُحد کے میدانوں نے مل کر اسلام کو پھیلایا اور قوت بخشی۔ اللہ والوں اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کے حسن اخلاق، ان کے پاکیزہ کردار اور علماء و اولیاء کی نگاہِ فیض رساں سے، حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، سلطان الہند حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ بختیار کاکی، حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر، شاہ عبدالعزیز، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، علامہ محمد انور شاہ کشمیری، رحمہم اللہ اجمعین کی دعوت و تبلیغ، اتباعِ سنت، صبر و استقامت اور جہد و ایثار سے دین پھیلا۔ سبحان اللہ! کیسے کیسے جلیل القدر محدث، عالم، فقیہ، اور صوفیاء ہوگزرے ہیں، یہی وہ بزرگان دین اور اللہ کے نیک بندے تھے جن کے شب و روز اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بسر ہوتے تھے۔ ان بزرگوں نے کیا کیا خدمات انجام دیں اور کتنے عظیم الشان کارنامے انجام دیے، ان کے احوال و واقعات ان مدرسہ والوں سے پوچھو، ان گدڑی پوشوں اور خانقاہ نشینوں سے معلوم کرو...... انگریزی تعلیم کے دلدادہ اور فرنگی تہذیب سے آراستہ دنیا دار کیا جانیں۔

پتہ، پتہ، بوٹا، بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر ۹۸ لاکھ ہندوؤں نے کلمۂ حق پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے، حضرت خواجہ فرید الدین مسعودؒ پاکپتن والوں کے ہاتھ پر روزانہ دو سو غیر مسلم اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا کرتے تھے، اس جگہ کا نام ''اجودھن'' تھا مگر جب یہاں پر اللہ والا آیا تو پاکپتن ہوگیا۔ یہ اولیاء کرام جہاں کہیں مسند نشین ہوئے اپنے گرد و پیش کو منور کرتے گئے اور اسلامی تعلیمات کے چراغ روشن کرتے رہے۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش) معلم بھی تھے، مدرس بھی تھے اور مُزکّی بھی، لوگوں کا تزکیۂ نفس کرنے والے۔ یہی وہ بزرگان دین تھے جن کی بدولت آج ہم لوگ مسلمان ہوئے ورنہ یہ انگریز اور یہ غیر مسلم تو لے ڈوبے تھے ہمیں۔

علماء کرام کی خدمات اور تحفظ اسلام کے یہ مراکز:

میں تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا کہ سرزمین ہند میں علماء کرام کو کن قیامت خیز حالات سے گزرنا پڑا ہے، انھوں نے کیسے کیسے کٹھن مراحل طے کیے ہیں۔ بایں ہمہ انھوں نے اسی بے کسی اور بے بسی کے عالم میں سوچا کہ فرنگی کے بنائے ہوئے سکولوں، کالجوں سے دین رخصت ہو رہا ہے، چنانچہ دین کے تحفظ کے لیے انھوں نے چٹیل میدانوں اور ویرانوں میں خیمے نصب کیے اور شامیانے تان کر قال اللہ و قال الرسول کا سلسلہ شروع کیا۔ بحمد اللہ اسی نہج پر مدارس عربیہ اور دینی

جماعتوں کی کوششیں اب بھی جاری ہیں۔ بہر حال دینِ اسلام انھی بزرگوں کے ذریعے اور واسطے سے ہم تک پہنچا۔ یہ مدارس قرآن کریم کی تعلیمات کے مراکز ہیں، کفر اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف یہ مضبوط بند اور اسلام کے قلعے ہیں۔ آج کی بات نہیں میرے نانا سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جب پہلا مدرسہ قائم کیا تو اس درس گاہ کے طالب علموں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نظر آتے ہیں، حضرت ابی ذر غِفاری رضی اللہ عنہ دکھائی دیتے ہیں، بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام، جن کے علم وفضل، جن کے تقویٰ و دیانت، جن کی شرافت، جن کی حیا، جن کی پاک دامنی، جن کی شرافت اور جن کی عزت وعظمت کی اللہ نے گواہی دی ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (النور، آیت: ۳۷)

وہ لوگ دنیا کے بندے، مردار کے طالب، زر اور زمین کے خواہش مند نہ تھے۔ بلکہ ان کے شب وروز صرف اللہ کے ذکر وفکر میں صرف ہوتے تھے، وہ تلوار کی دھار اور تعداد پر نہیں بلکہ اللہ وحدہ لاشریک کی ذات پر بھروسہ کرنے والے تھے وہ اپنے اندر قوت ایمانی کی افزائش کے لیے سرگرم عمل رہا کرتے تھے، یہ لوگ، یہ پاکباز شخصیات اور یہ متقی لوگ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ عمل تھے۔ حسنِ اخلاق وکردار کی مشعل تھے۔ ان کے ہاتھ، ان کے پاؤں، ان کی زبانیں اور ان کے قدم اللہ احکم الحاکمین کے حکم اور اس کے ارشاد کے بغیر ہرگز نہ اٹھتے تھے۔ تلوار کا وار بھی اسی جگہ ہوتا تھا جہاں حکم ہوتا تھا ورنہ گردن کے قریب گئی ہوئی تلوار کون روک سکتا ہے..... ترازو کی مٹھی پر ان کا ایسا کنٹرول تھا کہ وہاں کم تولنے اور فریب دینے کا تصور بھی موجود نہیں تھا، سرزمین مقدس میں اس کے اثرات آج بھی ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں، ان کی صلح اور جنگ ان کی اپنی خواہشات، ان کے اپنے منصوبوں کی مرہون نہیں بلکہ اللہ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وقوانین کے مطابق تھی۔ یہ انھی بزرگوں کا فیض ہے کہ اسلام سرزمین مقدس سے اس علاقے اور اس سرزمین ہند تک پہنچا ہے۔

موتیوں کے تاجر، اسلام کے مبلّغ:

ہندوستان میں اگرچہ اسلام اور مسلمانوں کو وسعت محمد بن قاسمؒ اور ان کے ساتھیوں کی آمد سے ملی ہے۔ لیکن اسلام کی روشنی سے یہ علاقہ پہلے ہی منور ہو چکا تھا۔ یہاں جب موتیوں کے عرب تاجر آئے تو یہاں کے ہندو اور دوسرے غیر مسلموں نے اُن کے حسنِ اخلاق، ان کے پاکیزہ کردار، تجارت میں اُن کی صداقت، ان کی دیانت، معاملات میں ان کے سچے اور کھرے پن، ان کے سادہ لباس، ان کی حیاء وشرافت، ان کی سج دھج، ان کی عبادت، ان کی نیکی اور اُن کے تقویٰ و پرہیز گاری کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا تو ان غیر مسلموں کے دلوں پر ان کی عظمت کا سکّہ بیٹھ گیا۔ ان کے نورانی چہروں سے صداقت اسلام کی کرنیں پھوٹتی نظر آنے لگیں، ان کے میٹھے بول اور پورے تول نے لوگوں کی کایا پلٹ رکھ دی، وہ جہاں سے گزرتے لوگوں کی حیرت زدہ آنکھیں اُن کا دور دور تک پیچھا کرتی تھیں۔

لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے یہ کون لوگ ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ یہ تو فرشتے دکھائی دیتے ہیں، ان کا رنگ ڈھنگ، ان کی چال ڈھال نرالی تھی۔ ان کا پیکرِ جمیل سب کی نگاہوں کا مرکز ہوتا تھا۔ ان کا چلنا پھرنا، ان کی نشست و برخاست، ان کی بول چال، سب کچھ اسلام ہی کا مظہر تھا۔ وہ جدھر نکل جاتے اسلامی تعلیمات کے چراغ روشن کرتے چلے

جاتے اور کفر وشرک کی ظلمتوں کے ڈیرے بُقعۂ نور بن جاتے۔

احسان دانش نے کیا خوب کہا ہے، یہ ایک شعر ہی اس کی مغفرت کے لیے کافی ہے:

جہاں قدم نہیں پڑے وہیں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

آپ سندھ میں جا کر دیکھو اور وہاں کے تہذیب و معاشرت کا جائزہ لو۔ جگہ جگہ اور قدم قدم پر اسلامی تعلیم و تہذیب کے نقوش نظر آئیں گے۔ سندھی زبان کا رسم الخط عربی ہے، عام پہناوا عربوں کے لباس سے ملتا جلتا ہے۔ محرابی شکل میں ٹوپی کی ساخت، یہ سب کچھ تلوار کے زور سے نہیں بلکہ یہ محبت، اخلاق اور پیار کے مظاہرے ہیں۔ ظالموں اور جابروں کے اُٹھ جانے کے بعد ان کے ساتھ محبت و الفت کے رشتے استوار نہیں ہوتے۔ ان کی تہذیبی و تمدنی یادیں قائم نہیں رکھی جاتیں۔ یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ کی واپسی کے بعد ایک مدت تک یہاں کے ہندوان کی مورتی بنا کر اور ایک دیوتا کی حیثیت دے کر اسے پوجتے رہے۔ یہ جبر و اکراہ نہیں بلکہ محبت اور تعلق خاطر کے مظاہرے ہیں۔ اس سرزمین میں دین اسلام کی نشر و اشاعت انھی مدارس، دینی تعلیم گاہوں، علماء و اولیاء کے ہاتھوں انھی کے ذریعے اور اسی راستے سے ہوئی ہے۔ مظفر گڑھ سے لے کر ملتان، لاہور، حتیٰ کہ دہلی تک کے مدارس عربیہ انھی بزرگوں کے نقش قدم اور انھی کی یادگاریں ہیں۔

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرا یاد است
عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں امتیاز:

حضرت امیر شریعت نے اپنا سلسلۂ خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

اسلام کی تعلیمات میں دو باتوں کا فرق اور امتیاز قائم رکھنا ضروری ہے، قرآن کریم خداوند قدوس کا کلام ہے اور حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اور قرآن اللہ کی بات

سیپارۂ کلامِ الٰہی خدا گواہ　　آں ہم عبارتے ز زبانِ محمد است
نازد بنامِ پاک محمد ﷺ کلامِ پاک　　نازم بآں کلام کہ جانِ محمد ﷺ است (۱)

یہ تو کمال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے پڑھتے خود ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جس کی زبان مبارک سے کلام سرزد ہو وہ یہ اعلان کرے کہ میرا نہیں میرے اللہ کا کلام ہے یہ آپ کی دیانت و امانت کا کمال ہے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحیِ الٰہی کی بابت یہ نہ فرماتے کہ یہ میرے اللہ کا کلام ہے تو قسم ہے اللہ کی، قریش مکّہ آپ کے قدم چومتے اور دنیا کو فخریہ طور سے یہ بتایا کرتے کہ خاندانِ قریش میں ایک ایسا عظیم المرتبہ شاعر پیدا ہوا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و امانت کا کمال دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو کلامِ الٰہی اور اپنی بات کو اپنی، واضح

(۱)　فارسی کے یہ نعتیہ اشعار حضرت امیر شریعتؒ کے اپنے ہیں۔ جو آپ نے ۱۹۴۴ء میں لاہور کے ایک جلسہ میں شرکت کی غرض سے امرتسر لاہور آتے ہوئے دورانِ سفر کہے تھے اور جلسہ عام میں سنائے تھے۔

کر کے بیان کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا اپنے اس آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے محبوب کی ذات پر لطف و کرم ملاحظہ کیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو ان کا اپنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُن کا نطق، ان کا بولنا، ان کا کلام کرنا، میرا کلام کرنا ہے۔

پھر امیر شریعتؒ نے لحنِ داؤدی میں نہایت سحر آفرین لہجے میں یہ آیت کریمہ کی تلاوت کی:

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی. (النجم، آیت:۴)

میرے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جانب اور اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے بلکہ ان کا بولنا، ان کا گفتگو کرنا، ان کا کلام سنانا، میری طرف سے اور میرے حکم کے مطابق ہوتا ہے، وہ وہی بولتے ہیں جو میں بلواتا ہوں۔

گفتہ او گفتۂ اللہ بود
ہر چہ از حلقوم عبداللہ بود

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کا میں اس طرح ترجمہ بیان کیا کرتا ہوں وَ مَا یَنْطِقُ یعنی وہ لب نہیں ہلاتے اپنی جانب سے، اپنی خواہش سے گفتگو اور کلام کرنا تو اگلی بات ہے گفتگو کے لیے لب کشائی بھی اسی اللہ کے حکم کے مطابق ہوتی ہے۔

دیکھیے...... میں تقریر کر رہا ہوں۔ اگر کوئی میرے دونوں لب، یہ دونوں ہونٹ پکڑ لے تو کیا مجھ میں بولنے، گفتگو کرنے، بات کہنے کی سکت رہ سکتی ہے۔

سامعین...... نہیں۔

اعتراض کس پر؟

حضرت امیر شریعت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نطق...... اور قرآن کریم کی آیت وَ مَا یَنْطِقُ کی تشریح وتفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے موقع پر جب خاتم الانبیاء ورسل صلی اللہ علیہ وسلم نے قَبِلْتُ کہا تھا کیا یہ نطق اللہ کے حکم سے نہیں تھا؟

او! بزرگوں کی توہین کرنے والو! میں تو ہنر بیان کرنے والا ہوں، عیب جوئی کو سخت گناہ سمجھتا ہوں، تم اعتراض کرتے ہو اس پر کہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نکاح میں قبول کیوں کیا؟ اس موقع پر قَبِلْتُ کیوں کہا؟ یہ نطق، یہ لب کشائی، یہ قبول کرنا اسی وقت ہوا جب میرے اللہ کا حکم ہوا...... کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قَبِلْتُ کہہ دو......

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی.

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو قبول کرنے کے لیے لب ہلائے گئے حکم نہ ہوتا تو نطق ممکن نہیں تھا۔

اعتراض کرنے والوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر نکتہ چینی اور عیب جوئی کرنے کی گستاخانہ جسارت کرنے والوں کو سمجھنا چاہیے کہ (نعوذ باللہ) وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں...... اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر اعتراض کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں مطالعہ کے دوران ایک روایت نگاہ سے گزری، امیر المؤمنین سیدنا علی اور سیدنا حسن وحسین رضی

اللہ عنہم کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گھر آنا جانا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا تھا، کَانَ مَاذُوْنًا...... یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کی اجازت اور اس کے حکموں کے پابند تھے۔

اعتراض کرنے والو! عقل سے کام لو! اعتراض کرتے وقت سوچ لو کس پر کر رہے ہو۔ اور اس کی زد میں کون کون آتا ہے؟ دوسروں کی عیب جوئی شریف آدمی کا کام نہیں۔

شیخ سعدیؒ نے اس نکتہ کو کیا خوب واضح کیا ہے:

مرا پیر دانائے مرشد شہاب
دو انداز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ بر غیر بد بیں مباش
دگر آں کہ بر خویش خود بیں مباش

مسلمانوں کا دورِ انحطاط:

حضرت امیر شریعت نے نہایت پرسوز انداز میں مسلمانوں کے زوال و انحطاط زندگی کے تمام دائروں سے اسلامی تعلیمات کے اخراج، دین اسلام سے بے رخی، مدارس عربیہ اور مذہبی جماعتوں کی کسمپرسی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

حضرات محترم! میں اس سرزمین میں اسلام کی آمد، اس کی وسعت و ہمہ گیری اور مسلمانوں کے عروج و ترقی کے احوال و واقعات بیان کر رہا تھا، مگر اب یوں محسوس ہو رہا ہے گویا اسلام رفتہ رفتہ واپس ہو رہا ہے، ہماری زندگی کا ایک ایک دائرہ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے خالی ہوتا جا رہا ہے۔

میرے آقا و مولیٰ حضور سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و اُمّی) نے ارشاد فرمایا ہے:

بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ. (اوکما قال علیہ السلام)

اسلام کا ایک اجنبی، ایک مسافر، ایک غریب کی حیثیت سے آغاز ہوا تھا اور عنقریب اس پر پھر وہی دور آجائے کہ زندگی کے تمام دائروں میں اس کی حیثیت ایک اجنبی، ایک مسافر، ایک رہ نورد، ایک غریب و مسکین کی ہو جائے گی، ہر جگہ، ہر مقام پر اسے اجنبی سمجھا جائے گا۔ لوگوں کے سامنے جب اسلام پیش کیا جائے گا، اس کی تعلیمات کا تذکرہ ہوگا تو لوگ کہیں گے، کس اسلام کی بات کرتے ہو؟ اسلام ہے کیا؟ اسلام ہے کہاں؟ اب دیکھ لیجیے! کہ اسلام کو اجنبی، مسافر اور غریب کا مقام دیا جا رہا ہے۔ جس طرح مسافر اپنے گھر کی جانب لوٹتا ہے اسی طرح اب یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اسلام اپنے مرکز کی طرف لوٹ رہا ہے، مسافرت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت امیر شریعتؒ نے ایک دوسری حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا۔

کُنْ فِیْ الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ. (مشکوٰۃ شریف، ص:۱۳۹)

ترجمہ: دنیا میں ایسے رہ جیسا کہ اجنبی یا رہ گزر۔

کہ دنیا میں اس طرح زندگی گزارو جیسے ایک مسافر، کہ ہمہ وقت اس کا دھیان اپنے گھر کی جانب لوٹنے پر مرکوز رہتا ہے، اسی طرح ہر انسان کو ہر وقت آخرت کی فکر رکھنی چاہیے، تو یہاں پر اسلام کی مسافرت، اس کی اجنبیت کا معنیٰ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ اسلام اور اس کی تعلیمات انسانی زندگی کے تمام گوشوں، اس کے تمام پہلوؤں سے نکل جائے گا اور ہر مقام پر اسے اجنبی سمجھا جائے گا۔

حضرت امیر شریعت نے گرج دار آواز اور پر جوش لہجے میں فرمایا:

خان گڑھ اور مظفر گڑھ والو، سن لو! اور سوچو!

دورِ حاضر میں غیروں کا نہیں خود اپنوں کا اسلام کے ساتھ کیا سلوک ہے؟ فرزندانِ اسلام کی زندگیوں میں اسلام کو کیا قبولیت اور کیا مقام حاصل ہے؟ ہماری کچہریوں، وزارت وصدارت کی کرسیوں، ہماری شادیوں، ہماری اولادوں، ہماری بہو بیٹیوں، عورتوں، مردوں غرضیکہ کہ ہماری زندگی کے تمام مراحل میں، تمام پہلوؤں میں کیا اسلام کی جھلک نظر آتی ہے؟

کوئی روشنی؟ کوئی چنگاری؟ میں تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہیں سے کوئی چمک دکھائی دے۔ لے دے کہ یہ مُلاّ لوگ، یہ مصلیٰ نشین، یہ مدرسہ والے قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پھونکوں سے اس چنگاری کو روشن کرنے اور اس ٹمٹماتے چراغ کی لَو بلند رکھنے کی کوششوں میں سرگرم عمل دکھائی دیتے ہیں، انہیں دیکھ کر کچھ اطمینان ہوتا ہے۔

پارسایاں ہمہ نازند بہ زہد و طاعت
یک ندیم است کہ بردامن ترمی نازد

دینی مدارس اور اللہ پر توکل:

آج کے عہد میں دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں اور علماء دین کے سپاہی۔ جو بہر حال قال اللہ وقال الرسول کی صدائے حق بلند کرنے میں مشغول ہیں۔ اگر کچھ روایات زندہ وباقی ہیں تو انھی مدارسِ عربیہ میں ہیں۔ جو لوگ دین کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ان مدارس کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں اور ایسی جماعت تیار کریں جس کا وجود اسلام کی ترقی و استحکام کا ذریعہ بن جائے۔ یہ مدارس اسلام کی لہلہاتی کھیتیاں ہیں جو لوگ ان کھیتیوں کو ویران کرنا چاہتے ہیں وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ علماء کو ان دین دشمنوں کے وسائل پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ کی طاقت وقدرت اور اس کے بے پناہ خزانوں پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہمارے اسلاف نے اللہ کے ماسوا سب کو نظر انداز کر کے کامیابیاں حاصل کیں۔ اللہ جل شانہٗ کی ذاتِ اقدس پر توکل ہی ہماری بقاء اور دشمن کی بربادی کی یقینی ضمانت ہے۔

اے! طالب علمو، استادو! علماء ومفتیانِ کرام!

فکر نہ کرو...... اپنا کام، اپنی جدوجہد جاری رکھو! کوئی بات نہیں، ہوا کیا؟ آج اگر یہ بازار مندا ہے، سرد ہے، کبھی تو پھر گرم ہوگا، اس اُجڑے گلشن میں ضرور بہار آئے گی، کلیاں اور پھول مہکیں گے، اسلام کو اور مسلمانوں کو اسی طرح پھر عروج اور ترقی ملے گی، بایں ہمہ، اسلام کی اس مسافرت کے دور میں بھی...... اسلام کہیں مہمان نظر آتا ہے تو ان علماء کرام، ان مولویوں، ان مدرسوں دین کے ان طالب علموں، واعظوں، اسلام کے ان مبلغوں کے ہاں ہی دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کیسا بھی ہے، یہ لوگ سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ وہ دن لائے کہ اسلام مسافر اور اجنبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ تمام دائروں، تمام گوشوں اور اس کے تمام پہلوؤں میں حکمرانی کرتا ہوا نظر آئے، مسافر نہیں، مہمان اور اجنبی نہیں بلکہ مالک، غالب، اور ہر جگہ محبوب ومتعارف دکھائی دے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کمالِ فکر وتدبر اور شعور کے مالک:

دورِ حاضر میں لوگ فکر و تدبر کی بات کرتے ہیں، سوچ سمجھ کا تذکرہ کرتے ہیں، میں علماء کرام صوفیاء عظام،

بزرگوں اور ولیوں کا ادنیٰ کفش بردار ہوں، یہ لوگ فکر و تدبر والے ہوتے ہیں، لیکن میرا عقیدہ سن لو! کائنات انسانی میں سب سے بڑی سوچ، سب سے بڑی سمجھ اور کمال فکر و تدبر والی ذات نبی اور رسول کی ہوا کرتی ہے، نبی اگر چہ اُمّی ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ کمال علم وشعور، فکر و آگہی کا سب سے بڑا مرکز ومحور ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ میں نے اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے انبیاء ورسل کے مرتبہ کی بابت دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا:

''اجی شاہ صاحب! یہ بھی کوئی مرتبہ ہے کہ چوبیس گھنٹے رہے بادشاہ کے دربار میں، نہ کہیں جائے نہ کسی سے بات کرے، مرتبہ تو یہ ہے کہ خالق ومالک اسے خود سکھائے، خود تعلیم دے، خود پڑھائے، اس کی خود تربیت کرے اور پھر اسے نمائندہ بنا کر لوگوں کی طرف مبعوث کرے۔ اور فرمائے۔ کہ جاؤ میرے ان بندوں کو بھی سکھاؤ۔''

اس موقع پر حضرت امیر شریعت نے اپنے مخصوص سحر آفرین لہجے میں قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی تلاوت کی تو سامعین جھوم گئے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (الجمعہ، آیت:۲)

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات وہ ہے جس نے اُمّیوں میں اپنا رسول مبعوث فرمایا، ایک قراءت میں مِنْ اَنفسھم ان ہی میں سے نفیس تر، عقل وفکر، تدبر، سوچ سمجھ کے اعتبار سے بھی نفیس ترین، جسم بھی نفیس تر اور خاندان بھی وہاں کا نفیس تر۔ قریش وبنی ہاشم اللہ نے اپنے رسول کو کس مقصد کی تکمیل کے لیے بھیجا یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ تاکہ ان لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی آیات اور اس کا کلام سنائے وَیُزَكِّیْهِمْ اور ان کا تزکیۂ نفس کرے، ان کے ظاہر وباطن کی طہارت اور پاکیزگی کا اہتمام کرے، ان کے عقائد ونظریات درست کرے، کفر وشرک، نفاق، حسد، بغض، کینہ اور دوسری برائیوں کے کوڑھ کا علاج کرے۔ ان کے اخلاق، ان کے کردار، ان کی عادات، ان کے طور طریقے، درست کرے۔ انھیں کھانے پینے رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، ایک دوسرے سے معاملہ کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ اخلاق ومحبت کے ساتھ پیش آنے، اپنوں اور پرایوں کے ساتھ اچھے سلوک کا مظاہرہ کرنے حتیٰ کہ جنگ وجدل اور لڑائی جھگڑے کے مرحلوں میں دشمنوں، کٹر مخالفوں کے ساتھ بھی رواداری اور رحم دلی کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دے، انھیں ایک بلند اخلاق انسان کے آداب زندگی سکھائے۔ انھیں حکمت ودانائی، عقل وشعور، فہم وادراک کی راہ دکھائے، حضرت امیر شریعت نے وَ یُزَكِّیْهِمْ کا ترجمہ اور تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول اس کا آخری پیغمبر مُزَکّی بھی ہے اور تالِ القرآن بھی، یعنی تلاوت قرآن کریم کے ساتھ ساتھ لوگوں کا ایسا تزکیہ کرتا ہے کہ ان کی سوچ، فکر، عقیدہ، نگاہ، ارادہ ہر چیز پاک صاف ہو جائے، انبیاء اور اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری کائنات انسانی سے ممیّز وممتاز ہوتے ہیں، حضرت شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''انبیاء نوع دیگر اند وسائر بنی آدم نوع دیگر''

کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے رسول نوع انسانی میں اپنی جداگانہ حیثیت کے مالک ہوتے ہیں اور عام لوگ

دوسری قسم اور حیثیت کے۔

صوفیاء کرام، علماءِ دین بھی تھے:

انسانوں کی اصلاح، لوگوں کی بہتری اور بھلائی کی خاطر انبیاء ورسل بھی آئے، اور دین اسلام کی تعلیمات کے فروغ اور وسعت کے لیے صحابۂ کرام وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تبع تابعین، محدثین کرام، علماء واولیاء اور صوفیاء بھی آئے، یہ صوفیاء اپنے دور کے بہت بڑے علماء بھی تھے، کون بے وقوف کہہ سکتا ہے کہ حضرت باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت معین الدین چشتی اجمیری، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت بختیار کاکی، حضرت خواجہ فرید، حضرت علی ہجویری، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی حضرت شاہ رکن عالم رحمہم اللہ اور دیگر بزرگانِ دین اپنے دور کے علماء نہ تھے، ان کے علم وفضل اور ان کے بلند مرتبے کی بابت وہی بات کرے وہی لب کشائی کرے جو ان کے ہم پلہ اور ان کا ہم عصر ہو۔

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈ چراغ رُخ زیبا لے کر

اسلام کی ترویج واشاعت میں مدارس عربیہ کی خدمات:

مدارس عربیہ اور علماء نے کتنی محنت ومشقت کے ساتھ اسلام کی شمع روشن کیے رکھی، انھیں مُلّا نے کہہ کر پکارا گیا، طعنے دیے گئے، ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کیے گئے، انھیں بھوکا پیاسا رکھا گیا، جمعرات کو خصوصی طور سے دردر بھیک مانگنے پر مجبور کیا گیا، روٹی کے خشک ٹکڑے، باجرے کی روٹی، آلو دال کھا کھا کر اور مسجدوں کے صحن میں جھاڑو دے کر، مسجد کی نالیاں صاف کر کے بھی اسلام کو سینے سے لگائے رکھا، اور دوسری طرف فرنگی نے اس سرزمین پر اپنا منحوس قدم رکھتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ جن لوگوں نے ان سے وفاداری کا دم بھرا، جو بھی ان کے کاسہ لیس بنے ان کو بڑی بڑی جاگیروں کا بلاشرکت غیرے مالک بنایا گیا، دفتروں میں انھیں کرسی کے اعزاز کا مستحق ٹھہرایا گیا۔

پھر انھوں نے اپنے آقا ومربی انگریز کو خوش رکھنے کی خاطر اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم سے بہرہ ور کیا اور اولاد کو مشن سکولوں میں داخل کرانے میں فخر محسوس کیا جانے لگا۔ عیسائی مشنری سکولوں کے ذریعے مسلمان بچے بچیوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے ذرائع فراہم کیے گئے، ہائے کیا بتاؤں پھر یہاں پر کیا کچھ ہوا، اور اب بھی کیا کچھ ہو رہا ہے؟

یہ بڑے بڑے ہوٹلوں، کلبوں اور دیگر اداروں میں لڑکے لڑکیوں اور مردوں عورتوں کے مخلوط ناچ گانوں کی محفلوں میں کون شریک ہوتا ہے؟

مدرسوں کے مہتمم؟ دینی مدارس کے طالب علم؟ علماء کرام؟ مسجدوں کے امام وخطیب، مفتیان کرام؟

او بھلے مانسو! بتاؤ معاشرے کے بگاڑ، حالات کی خرابی، اخلاق وکردار کی بربادی، تباہی کا ذمہ دار کون ہے؟

یہ مدارس عربیہ؟ یا سکول وکالج اور تمہاری یونیورسٹیاں؟ اسلام کا نظامِ تعلیم یا فرنگی سامراج کا وضع کردہ نظام؟

کفر وشرک جہاں گیا...... جہاں کہیں اس کا قدم آیا انسانیت، شرافت اور حیاء کافور ہوتی گئی......

جاؤ! جا کر کلکتہ کے کالے مندر کو دیکھو! وہاں پر ''شوجی مہاراج'' بھی ہیں۔ تین سو ساٹھ آسن بھی......

اور اُن کی پوجا کرنے والوں میں بڑے بڑے سرمایہ دار، بڑے بڑے وکیل، بیرسٹر، ودّوان...... کم وبیش تیس کروڑ انسان ان کے چنگل میں پھنسے ہوئے تھے، انہیں وہاں سے کون نکال کر لایا؟ کوئی جاگیردار؟ کوئی سرمایہ دار وصنعت کار؟ کوئی بیرسٹر؟ یہی مُلاّ لوگ تھے۔ یہی دین اسلام کی تعلیم کا اہتمام کرنے والے، یہی اسلام کی شمعیں جلانے والے۔ یہی علماء وصوفیاء، یہی اجمیریؒ وسرہندی، یہی محدثین دہلی، یہی ہجویریؒ اور یہی ملتانی و بھٹائی تھے جنھوں نے کفر وشرک کے سمندر میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو اسلام کے ساحلِ نجات سے ہمکنار کیا۔

اسلام آج مہمان ہے مگر......

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے خطاب کے آخر میں فرمایا:

یہ درست ہے کہ اسلام آج اجنبی، غریب اور مہمان ہے، مگر ایک بات یاد رکھو! کہ یہ مہمان ہے بڑا وفادار...... یہ جس گھر میں آیا، بھیڑ بکریاں چرانے والوں اور اونٹوں کے راعیوں میں آیا تو انھیں دنیا بھر کے انسانوں کا راعی اور حکمران بنا دیا، یہ مہمان کمزوروں اور ضعیفوں میں آیا تو انہیں ناقابلِ تسخیر سپہ سالار اور فاتح بنا دیا، مالداروں میں تو ابوبکر وعمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہوگئے کہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر نثار کرنے والے ہوگئے۔ بچوں میں آیا تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوگئے، غلاموں میں آیا تو زید بن حارثہ اور بلال حبشی رضی اللہ عنہما ہوگئے کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے موقع پر آسمانوں میں اس کے پاؤں کے آہٹ سنتے ہیں، یہ غریبوں اور بے کسوں میں آیا تو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نظر آتے ہیں، علم وفضل والوں کے ہاں دیکھئے تو ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما جیسی بلند مرتبہ شخصیات نمودار ہوئیں۔ جس ملک اور جس خطے میں یہ مہمان گیا نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا، یہ مصر، یہ مراکش، یہ ہسپانیہ اور دوسرے ممالک اسی کے فیض یافتہ، اسی کے مرہونِ منت اور اسی مہمان کے اثرات اور اسی کے ثمرات ہیں:

من نقشِ خطَت دیدم من عکسِ رُخت دیدم
در باغ و گلستانہا، در بادہ و ساغرہم

اسلام جہاں نہیں پہنچا۔ اس کا جہاں سے گزر نہیں ہوا...... وہ آج تک تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، وہ لوگ اخلاقی بے راہ روی، اور روحانی کوڑھ میں مبتلا جاں کنی کے عالم میں ہیں

دیکھ لو! آج ہر جگہ انسانیت دم توڑ رہی ہے، سسک رہی ہے، فتنہ وفساد، بے چینی اور اضطراب نے ہر خطۂ زمین پر ڈیرے جمالیے ہیں، ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور سمندروں میں ہر جگہ فساد ہی فساد برپا ہے۔ میرا ایمان ہے میرا یقین ہے، کہ آج بھی دنیا اسلام کو اگر وہی مقام عطا کردے اسے مہمان بنالے تو آج بھی کایا پلٹ سکتی ہے، اے مدرسے والو! اے طالب علمو! تم لوگوں نے جس طرح آج تک اسلام کو سینے سے لگا کے رکھا ہے، اسے سنبھالے رکھو۔ کیا ہوا اگر آج تہذیب فرنگ کی چمک اور دنیا پرست لوگوں کی ادھر توجہ نہیں، وہ ہر چمکیلی چیز کو سونا سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی۔

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند

لوگوں کا کیا ہے جس کے حصہ اسفل میں راکھ لگی دیکھتے ہیں اسے ولی سمجھنے لگتے ہیں۔

نہ ہر کہ مُو بترا شد قلندری داند

ایک وقت آئے گا کھرے کھوٹے کی انہیں ضرور پہچان ہو جائے گی، تم اس مال کو سنبھال کے رکھو۔ تم قال اللہ اور قال الرسول کی شمع جلائے رکھو۔ کوئی ایک اللہ والا آ گیا تو کایا پلٹ جائے گی۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

سلسلۂ تعلیم جاری رکھو، تعلیم روپے اور ملازمت کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالی کی رضا جوئی، اس کی خوشنودی اور اسلام کی خاطر ہونی چاہیے۔ تعلیم روپے کی خاطر نہ ہو، روپیہ تعلیم کی خاطر ہو، دینی تعلیم کے ان مدارس کو آباد رکھو۔ اگر ان کا وجود نہ ہوتا تو آج دین اسلام کی تعلیمات سے ہم آشنا نہ رہتے، انھی مدرسوں سے ہمیں یہ تعلیم ملی کہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کیا ہے؟ قرآن حکیم کیا ہے؟ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قرآن کریم ہی ہے۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ پلے کچھ نہ رہے گا، اگر نبوّت و رسالت کا کروڑواں حصہ بھی ختم کر دیا جائے تو دین باقی نہیں رہ سکتا۔

پھر حضرت امیر شریعت نے لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ اور لَا نبیّ بعدی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا وجود ان دونوں کے درمیان ہے، ایک طرف لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ ہے اور دوسری جانب لا نبیّ بعدی ہے، ان دونوں سے ہماری حفاظت ہے، ایک چیز بھی علیحدہ ہو گئی تو اُمّتِ مسلمہ کا وجود باقی نہیں رہتا، نہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کو الگ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج ختمِ نبوّت لا نبیّ بعدی کو۔

حضرت امیر شریعت نے تقریر کے آخر میں قرآن کریم کی آیت کریمہ اپنے مخصوص حجازی لہجے میں تلاوت کی،

قُلْ يٰاَيُّهَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا.

اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات انسانی کو کہہ دیجیے کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس آیت کریمہ میں اَيُّهَـا النَّـاس ہے۔ اے انسانو! اے آدمیو! جہاں کہیں انسان بستے ہیں، جہاں کہیں آدمی آباد ہیں، ان سب کے لیے حضور رحمۃ للعلمین، سیّدُ ولدِ آدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول ہیں۔ اب کسی بھی کذاب و دجال اور جھوٹے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

میں تو قرآن کریم کا مبلّغ ہوں، عقیدۂ ختمِ نبوّت بیان کرنے پر پابندی عائد کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ قرآنی تعلیمات پر پابندی لگانا چاہتے ہیں۔ یہ ہرگز نہ ہو سکے گا، قرآن کریم کی حفاظت تو اللہ تعالی نے اپنے ذمے لے رکھی ہے، ختمِ نبوّت کا عقیدہ بیان کرنے سے روکنے والو! سن لو تم خود مٹ جاؤ گے، تمھارا نام و نشان باقی نہ رہے گا لیکن قرآن کریم، اسلام اور عقیدۂ ختمِ نبوّت ہمیشہ قائم و دائم اور زندہ و تابندہ رہے گا۔

یہ مدارس آباد و شاد رہیں، ان سے دین کا پیغام بلند ہوتا رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت، کوئی حکومت ان کو نہیں مٹا سکتی۔ دینی مدارس کو مٹانے والے خود مٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انھیں نشانِ عبرت بنا دیں گے۔ ان شاء اللہ۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن.

مولانا مجاہد الحسینی

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سبق آموز یاد

دورِ حاضر میں میڈیا کی روز افزوں ترقی کا چرچا زبان زدِ عوام ہے، اہل علم وقلم کی صلاحیتیں بھی اجاگر ہو رہی ہیں۔ چنانچہ ایک روزنامہ کے کالم نگار وقار خان نے منفردانہ انداز میں ''برزباں تسبیح و در دل گاؤخر'' کے زیرِ عنوان گلی کوچوں میں ''اشیاء بردوش'' فروخت کرنے کے لیے آوازیں دینے والے پٹھانوں کے طریق فروختگی کا تذکرہ کیا ہے، کہ ''لِپ ٹاپ'' بیچنے کی آواز پر میں نے قیمت دریافت کی تو دس ہزار روپے سے آغاز کر کے آٹھ سو روپے تک آ گئے تھے، ''لِپ ٹاپ'' چونکہ پرانا تھا اور بقول پٹھان اس میں سی ڈی ڈالنے سے ہی پلم (فلم) چلتا تھا اس لیے میرا سودا نہ ہو سکا تھا۔ ''لِپ ٹاپ'' کی فروختگی سن کر میرا ذہن حکومت پنجاب کی جانب سے سکولوں، کالجوں کے لڑکوں کو ان میں ''تعلیم و تربیت'' کا صحیح ذوق وشوق پیدا کرنے کی خاطر عطا کیے گئے۔ ''لِپ ٹاپ'' کی جانب کیا گیا تھا، لیکن سارا مضمون پڑھ کر ''تسبیح اور گاؤخر'' کا اشارۃً بھی ذکر نہ تھا۔ اس پر مجھے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا واقعہ یاد آ گیا۔ کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوّت کے دوران جب کراچی میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے علماء ومشائخ اور مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں سے مشاورت کے سلسلے میں اجلاس منعقد ہو رہے تھے تو شاہ صاحبؒ حاجی مولا بخش سومرو (سابق مرکزی وزیر) کی رہائش گاہ متصل مزار قائداعظم پر مقیم تھے۔ راقم الحروف اور شاہ صاحبؒ کے بڑے فرزند مولانا سید ابوذر بخاریؒ بھی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک روز نماز مغرب کے بعد جب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اپنے معمول کے مطابق ''تسبیح بدست'' اللہ کے ذکر و فکر میں منہمک تھے کہ نامور مزاح نویس مجید لاہوری اور عبدالمجید سالک کمرے میں داخل ہوئے۔ اور شاہ صاحب کو ذکر و وِرد میں گہرے مصرف دیکھ کر سالک نے طنزاً ''برزباں تسبیح و در دل گاؤخر'' کا مصرع چست کیا۔

شاہ صاحب نے سر ہلاتے ہوئے اپنی تسبیح کی جانب اشارہ کیا۔ یعنی اس سے فراغت پا کر اس کا جواب دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت امیر شریعتؒ نے معمولات سے فارغ ہو کر فرمایا:

ہاں سالک: تم نے کیا کہا تھا؟ واقعی جب تم دونوں کمرے میں داخل ہوئے تھے تو تمہیں دیکھ کر '' گاؤ اور خر'' ہی کا تصور ابھر آیا تھا۔

شاہ صاحب نے ابھی بات مکمل نہ کی تھی کہ...... مجید لاہوری نے شاہ صاحب کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا:

شاہ جی میں تو آپ کی گائے ہوں نا۔

اس پر ایک قہقہہ بلند ہوا۔ یعنی سالک خَر کا مصداق ٹھہرے۔

سالک کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ اسے کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ شاہ صاحب نے گفتگو کا رخ موڑتے ہوئے مجید لاہوری سے مخاطب ہو کر فرمایا:

مجید...... مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے کہاں غائب رہے؟

مجید لاہوری: ...... شاہ جی، آپ کا در چھوڑ کر میں نے کہاں جانا ہے، یہ آپ ہی کی نگاہِ کرم ہے کہ مجھے شرف ملاقات سے نوازا۔ لاہور میں جن دنوں مجھے نواب زادہ نصر اللہ خاں اور آغا شورش کاشمیری کی زیرادارت روزنامہ آزاد کے ادارے میں ''اکتسابِ ادب'' کا موقع ملا تھا، آپ کی اور ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور دیگر رہنماؤں کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ وہ میری زندگی کا سرمایۂ صد افتخار ہے، اُن یادوں کے نقوش آج بھی جگمگا رہے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

میں بے ہنر تھا مگر صحبت ہنر میں رہا
شعور بخشا ہمہ رنگ محفلوں نے مجھے

مجید لاہوری سے یہ شعر سن کر شاہ صاحب کی عجیب کیفیت ہوگئی تھی، آپ نے ہم سب کو قریب ہو جانے کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہاں حضور خاتم الانبیاء محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان بیان کی ہے وہاں آپ کے رفقاء اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی مختلف پیرائے میں تذکرہ کیا ہے۔ کہیں ان کے ایمان لانے کو لوگوں کے لیے حجت اور مشعل راہ قرار دیا ہے، کہیں غارِ ثور کے ساتھی (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی حوصلہ افزائی کی صورت میں اِنَّ اللّٰہ مَعَنَا کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی رفاقت و معیت کی تسلی دی گئی ہے، صلح حدیبیہ کا مرحلہ آتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں اور صحبت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لیتے وقت اپنے دستِ مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر اسے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے رہے ہیں کہ وحی نازل ہو جاتی ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ کہ ان سب کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے، مقام بدر پر روزہ دار اور بے سروسامان گنتی کے تین سو تیرہ جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ثابت قدمی اور شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کرنے کے لیے خوش خبری سنائی جاتی ہے لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃ تم اپنے آپ کو کمزور نہ سمجھو اللہ نے تمھاری مدد اور قطار اندر نازل ہونے والے فرشتوں سے نصرت کی ہے۔ غرضیکہ سارا قرآن ہی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق، جاں نثار اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زندگی کے شعور و آگہی سے آراستہ و تربیت یافتہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے محاسن و اوصاف کے حوالوں اور تذکروں کا آئینہ دار ہے۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ تو کوئی ''صاحبِ ہنر'' ہوا نہ ہو سکتا ہے یہ اسی ذات اقدس کا اعجاز اور انھی کی صحبت صالحہ کا اثر اور جلوہ نمائی تھی کہ اونٹنیوں اور بکریوں کے راعی، قیصر و کسریٰ کے تختوں کے وارث اور بادشاہوں کی مسندوں پر براجمان ہو گئے تھے۔ دنیا میں اسلامی انقلاب برپا کر دینے والے اور زندگی کے نشیب و فراز سے آشنا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا کی کسی یونی ورسٹی اور کسی سول سروسز اکیڈمی سے تعلیم و تربیت نہیں پائی تھی بلکہ وہ مدینہ منوّرہ کے علمی مرکز صُفّہ اور کھجور کی شاخوں اور

پتوں سے بنی مسجد نبوی کی چٹائیوں پر بیٹھ کر براہِ راست محسن انسانیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے فیض وشعور یافتہ تھے، ایسی پاکباز شخصیات کو بعض کم ظرف گستاخانہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے ساتھی نہ ملے تھے اور جو ملے (نعوذ باللہ) ان کا دامن اسلام کی نعمت سے خالی تھا؟ حضرت امیر شریعتؒ نے پر جلال لہجے میں فرمایا:

میری، اور میرے رفقاء کی زندگیاں کھلی کتاب کی مانند ہیں، ہم گنہگار اور خطا کار ہیں، ہمارا حال یہ ہے کہ ہماری مجلس اور صحبت میں اور ہمارے بزرگوں کے حاشیہ نشینوں میں کوئی بدکردار، بدخصلت اور بدمعاش نہیں بیٹھ سکتا۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے مرحلے میں لوٹ مار اور غیر مسلموں کی جائیداد اور متروکہ قیمتی ساز وسامان ہڑپ کرنے کا بازار گرم ہوا تھا، اس لوٹ کھسوٹ میں بڑے بڑے جغادری رہنماؤں اور سیاست دانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا مگر ہمارے غریب ساتھیوں میں سے کسی ایک کا دامن داغدار نہیں ہوا تھا۔ ہمیں تو ایسے باکردار ساتھی مل گئے جنھوں نے فرنگی سامراج کے لرزہ خیز مظالم اور قید وبند اور دار ورسن کے صبر آزما مراحل میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ان کے سامنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے مجاہدانہ کارنامے تھے، انہی پاکباز شخصیات کے نقش قدم ان کے لیے نشانِ منزل تھے اور بقول سعدی شیرازی اگر حمام کی مٹی پر جھکے ہوئے پھول کی پتی مٹی کو خوشبودار بنا سکتی اور ”جمالِ ہم نشیں“ اثر دکھا سکتا ہے تو حضرت رسول اللہ، محسن انسانیت، رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور ہم نشینی کی سعادت پانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر بھلا کوئی اثر مرتب نہیں ہوا تھا؟ یہ انہی نفوس قدسیہ کی اثر انگیزی ہے کہ آج ہم امتِ مُسلمہ کی صف میں کھڑے ہیں، دورِ حاضر کے ظلمت کدے میں وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی اور انہی کے نقش قدم پر چلیں گے تو منزل تک رسائی ممکن ہوگی۔ احسان دانش نے کیا خوب کہا ہے:

تیرے اصول، تیرے نشاں، تیری راہ پر
جو قافلے چلے وہی منزل پر آئے ہیں!

پروفیسر محمد اکرام تائب

نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حشر تک ہر اک مرض کی یوں دوا کرتا رہوں
بیٹھ کر ہر وقت ذکرِ مصطفیٰ کرتا رہوں

اُن کے سنگِ آستاں پر رکھ کے سر اپنا یونہی
ہو چکے ہیں جو قضا سجدے، ادا کرتا رہوں

دم نکلتے وقت دیکھوں اُن کے چہرے کی جھلک
یہ دعا ہر وقت میں صبح و مسا کرتا رہوں

عمر بھر بیٹھا رہوں روضے کی جالی تھام کر
بارگاہِ ایزدی میں یہ دعا کرتا رہوں

اُن کے اسمِ پاک کی برکت سے محشر تک یونہی
آنے والی دُور مَیں ہر اک بلا کرتا رہوں

وہ کسی دن تو یہ پوچھیں گے کہ تائبؔ کون ہے
اُن کی چوکھٹ پر بڑا آہ و بُکا کرتا رہوں

محمد سلمان قریشی

منقبت در مدحِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

جہانِ صدق وصفا میں اب تک وہ نام جس کا چمک رہا ہے
اُسی کی الفت میں دنیا والو نبی کا دل بھی دھڑک رہا ہے

سفر ہو لوگو! کہ یا حضر ہو خوشی کی رُت ہو کہ غم کا موسم
وہ دیکھو صدیق جان اپنی نبی پہ ہر دم چھڑک رہا ہے

میگسارانِ عشق و مستی نے گرچہ ساقی سے فیض پایا
جو جام صدیق کو ملا ہے بہت زیادہ چھلک رہا ہے

وہ چودہ صدیوں سے پیشتر کا عجب ہے منظر کہ غار میں جب
نبی کو صدیق لے کے جھولی میں ہولے ہولے تھپک رہا ہے

جو بعدِ بعثت کسی کو آقا نے دینِ حق کی طرف بلایا
تو پیش وپس میں رہا ہے کوئی تو کوئی دِیں سے جھجھک رہا ہے

جنابِ صدیق لائے ایماں نبی پہ جس کے ہیں لاکھوں احساں
کیا تردُّد نہ مانگی مہلت نہ کوئی پھر دل میں شک رہا ہے

نبی کے ہمراہ بدر و خیبر، حنین و خندق کے معرکے میں
وہ دیکھو صدیق شیر کی طرح کافروں پر لپک رہا ہے

حُدیبیہ کے معاہدے میں کرے جو عروہ دریدہ دہنی
نبی کا ہمدم نبی کی غیرت میں آ کے اُس کو جھٹک رہا ہے

نبی نے خطبے میں یہ کہا جب ہوا ہے تم پر یہ دیں مکمل
خوشی ہے لیکن نبی کا عاشق یہ سن کے لوگو بِلک رہا ہے

نبی کی رِحلت کے بعد جتنے بپا کیے مفسدوں نے فتنے
تو جانشینِ رسول اُن کو عقاب بن کر اُچک رہا ہے

دفاعِ صدیق میں اے لوگو! وہ آج بھی جاں لُٹا رہے ہیں
وہ جن کے سینوں میں اُن کی اُلفت کا اِک جوالا بھڑک رہا ہے

وہ جس نے آقا کی جان بچائی کہ زہر نے جس سے مات کھائی
عدو کی آنکھوں میں خار بن کر وہ آج تک بھی کھٹک رہا ہے

ہے حُبِ صدیق حُبِ آقا ہے بغضِ صدیق بغضِ آقا
رہے گا جذبہ یہی ہمارا یہی چلن آج تک رہا ہے

صحابہ سے نفرتیں جو رکھنا ہے جن کا شیوہ ہمیشہ سلمانؔ
وہ رو رہے ہیں تڑپ رہے ہیں کلیجہ اُن کا پھڑک رہا ہے

پروفیسر خالد شبیر احمد

امیر المؤمنین، خلیفہ راشد رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ

علیؓ وفا و حیا وغنا کا ہے پیکر
علیؓ ہے سطوت و شوکت، علی نویدِ سحر

علیؓ کا نام فضیلت کی انتہا ٹھہرا
علیؓ ہے فاتحِ خیبر، علیؓ علیؓ حیدر

علیؓ کے پاؤں کی ٹھوکر پہ سطوتِ شاہی
علیؓ نے اوڑھ جو رکھی تھی فقر کی چادر

علیؓ ہے مخزنِ الفت، علیؓ ہے پاسِ وفا
علیؓ ہے باغِ نبوّت کا دلرُبا منظر

علیؓ حکیم و حلیم و کلیم اور فطین
علیؓ ہے حرفِ مدلّل بنامِ فکر و نظر

علیؓ ہے صابر و شاکر، علی صبیح و رفیع
کہ جس کے دم سے منوّر ہے بابِ علم و ہنر

علیؓ ہے اعلیٰ و ارفع، علیؓ علیؓ مَولا
علیؓ ہے راہِ طریقت، علی ہے رختِ سفر

علیؓ ہے فاتحِ عالم، نشانِ فتحِ مبیں
اُسی سے کفر کی طاقت رہی ہے زیر و زبر

علیؓ کی تیغ نے جوہر دکھائے ہیں ایسے
شکار جن کا ہوئے پل میں مرحب و عنتر

علیؓ دلیل و جلیل و خلیل اور فقیہ
علیؓ جلال و کمال و جمال کا مظہر

علیؓ ہے افضل و اکمل علیؓ عظیم و فہیم
کہ جس کے خطبوں کا اک ایک حرف ہے خاور

علیؓ گواہِ نبوّت، وقارِ عزم و یقیں
علیؓ کے نام سے لرزاں ہیں کفر کے اژدر

علیؓ ہے شوکت و سطوت کا مرکز و محور
کہ جس کے در کے گداؤں میں اسود و احمر

علیؓ کے لطف و کرم کا یہ فیض ہے سارا
زباں پہ ذکر اُنھی کا ہی رہتا ہے اکثر

علیؓ دلیلِ نبوّت ہے جب تو پھر خالدؔ
قصیدہ لکھنے کو جبریل کا چاہیے شہپر

پروفیسر خالد شبیر احمد قسط: ۳۴

ورق ورق زندگی

مولانا عبیداللہ احرار جماعت کے صدر منتخب ہو گئے: (۱۹۶۸ء)

ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ حسرت آیات جماعتِ احرار کے لیے قیامت سے کم نہ تھی۔ اتنے بڑے رہنما کا جماعت کی تنظیم نو کے اوّلیں دنوں میں رحلت کر جانا کتنا بڑا سانحہ تھا یہ وہی جانتے ہیں جنہیں یہ سانحہ پیش آیا۔ لیکن ایسے سانحات میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا جماعت احرار کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور ان شاء اللہ مستقبل میں بھی رہے گا۔ چنانچہ جلد مجلس شوریٰ کا اجلاس بلا کر فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے مولانا عبیداللہ احرار کو بلا مقابلہ مجلس احرار اسلام پاکستان کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ اور اُن کی قیادتِ باسعادت میں جماعت پہلے سے بھی زیادہ پُرعزم ہو کر راہِ صداقت پر گامزن ہوگئی۔

جذبے پہ اپنے مجھ کو بھروسہ ہے اس قدر
رکتا نہیں ہوں راہ میں جل ہو کہ کوئی تھل

مولانا عبیداللہ احرار رحمہ اللہ کا قیامِ پاکستان سے پہلے پنجاب کے ضلع فیروز پور سے تعلق تھا۔ وہ مسلکاً اہل حدیث تھے لیکن ساری عمر مجلس احرار سے وابستہ رہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے انھیں بے پناہ عقیدت تھی۔ اُن کا گھر مجلس احرار اسلام فیصل آباد کا ذیلی دفتر ہوتا تھا اور اکثر اُن کے ہاں ہی احرار کارکن اکٹھے ہو کر جماعتی امور سرانجام دیتے تھے۔ وہ جماعت احرار کے بانی اراکین میں سے تھے۔ ضلع فیروز پور سے جس وفد نے ۱۹۲۹ء کے دوران جماعت کی تشکیل کا فیصلہ کیا تھا اُس میں وہ بھی شریک تھے۔ پھر تحریک کشمیر ۱۹۳۱ء کے دوران انہوں نے بھرپور حصہ لیا تھا۔ ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی ہمشیر نے احرار اسلام کی خواتین کی شاخ میں احرار کے لیے بڑی خدمات سرانجام دی تھیں۔ فیصل آباد کی جماعت بھی اُن کی گراں قدر خدمات کی مرہونِ منت تھی۔ دامے درمے قدمے سخنے وہ ہمیشہ مجلس احرار اسلام کی خدمت کے لیے سب سے آگے رہتے تھے اور حلقۂ احرار کے علاوہ شہر کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں میں اُن کے اس دینی جذبے کی وجہ سے اُنھیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اُنھوں نے ضیغمِ احرار کے اس خلا کو اس خوبصورتی سے پُر کیا کہ احرار کارکن انہیں سر آنکھوں پر بٹھانے کے لیے بے تاب و مضطرب رہتے تھے۔ مختلف شہروں میں احرار کارکنوں نے اُن کا پُرجوش استقبال کیا اور اُن کی خدمت میں سپاس نامے پیش کر کے اُن کی قیادت پر اپنے لازوال یقین و اعتماد کا اظہار کیا۔ مولانا عبیداللہ احرار جماعت کے عہدۂ صدارت پر متمکن ہونے کے بعد جب ملتان تشریف لائے تو چھاؤنی ریلوے سٹیشن پر جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام مولانا سید ابوذر بخاری کی قیادت میں اُن کا پرجوش استقبال کیا گیا اور بعد میں ایک تقریب میں اُن کی خدمت میں سپاس نامہ بھی پیش کیا گیا۔ اس موقع پر ابناء امیر شریعت، مولانا سید عطاء

الحسن بخاریؒ، مولانا سید عطاء المومن بخاری اور پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری کے علاوہ ملتان کے قدیم وجدید احرار کارکنوں کا ایک جمِ غفیر اُن کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ خصوصاً صوفی نذیر احمدؒ، شیخ نصر اللہ، (سٹینڈرڈ بیکری والے) چودھری نواب علی، شیخ نذیر احمد، شیخ بشیر احمد، کریم اللہ اور حکیم محمود جراح اس موقع پر پیش پیش تھے۔ پھر رات کو قلعہ کہنہ قاسم باغ میں انہوں نے اور مولانا سید ابوذر بخاری نے احرار کانفرنس سے خطاب بھی کیا۔

ڈیرہ غازی خان میں احرار کانفرنس: (۱۲/اکتوبر ۱۹۶۸ء)

ڈیرہ غازی خان میں ایک بہت بڑی احرار کانفرنس منعقد کی گئی جس میں احرار کی مرکزی قیادت کو ایک سپاس نامہ بھی پیش کیا گیا۔ جس کے محرک سید امیر علی شاہ بخاریؒ اور حاجی محمد رمضان تھے سپاس نامے کے اقتباسات نذرِ قارئین کرنا انتہائی ضروری سمجھتا ہوں۔ مولانا عبید اللہ احرار صدر مجلس احرار اسلام اور مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری سیکرٹری جنرل مجلس احرار کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا:

پہلا اقتباس:

''مہمانانِ محترم! ایک عرصہ کے بعد ڈیرہ غازی خان میں احرار کانفرس کے اس اجلاس میں آپ کی تشریف آوری ڈیرہ غازی خان کے شہریوں کے لیے عموماً اور احرار کارکنوں کے لیے خصوصاً باعثِ افتخار و مسرت ہے۔

آپ آگئے تو از سرِ نو زندگی ملی

مجلس احرار اسلام جس کی اساس تقویم دین، حکومتِ الٰہیہ کا نفاذ، فرقِ باطلہ کی تردید اور مظلوم انسانیت کی فلاح و حمایت کے اصولوں پر رکھی گئی اور جس کو مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ کا ملکوتی فکر، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کا تقویٰ اور شرافت، مولانا سید داؤد غزنوی کی فراست، شیخ حسام الدین کا تدبر و ذہانت، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی یکتائے روزگار خطابت و سیاست، ماسٹر تاج الدین کا خلوص و دیانت، شہیدِ ختمِ نبوت مولانا گل شیر شہید کا سوز و خونِ شہادت، قاضی احسان احمد کی سفارت اور آغا شورش کاشمیری کی فصاحت و بلاغت پھر دوسرے بے شمار زعماء اور مخلص جاں نثار کارکنانِ احرار کا ایثار نصیب ہوا۔ اس تحریک نے نہ صرف تبلیغ و اشاعت دین تک ہی اپنا حلقہ عمل محدود رکھا بلکہ انگریز کی قہرمانی قوت و سلطنت کی تباہی اور ہندوستانی عوام بالخصوص مسلمانوں کے دلوں میں برطانیہ کے سفید فام ٹوڈیوں کی نفرت و حقارت پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تحریک پاکستان میں اگرچہ سیاسی افق پر دوسرے لوگوں کو شہرت مل گئی۔ بعض محض مادی قوت کے بل بوتے پر قائدین بن بیٹھے اور کچھ نے سیاسی جوڑ توڑ کر کے ہوس اقتدار میں پھدک کر کرسیاں سنبھال لیں مگر روحانی اور معنوی لحاظ سے پاکستان کا وجود سید احمد شہیدؒ و شاہ اسماعیل شہیدؒ کے خون شہادت و اکابر علماء دیوبند اور امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی انگریز دشمن قیادت کا مرہونِ منت ہے۔

تعمیر کی ہر اینٹ پہ لکھا ہے میرا نام
دیوار مگر آپ سے منسوب ہوئی ہے

آزادیٔ ہند، تحریکِ خلافت اور تحریکِ ختمِ نبوّت کے وہ شہدا جو آزادی کے نشہ میں سرشار، انگریزی توپوں کے بھوکے دہانوں کا نوالہ بن گئے اُن کی روحیں آج پکار پکار کر کہہ رہی ہیں

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے''

دوسرا اقتباس:

''ماضی میں بعض سیاسی مدّ و جزر، مارشل لا کے نفاذ، پھر احرار کی مرکزی قیادت سے چودھری افضل حق، سرمایۂ احرار مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ حسام الدینؒ اور دیگر رفقاء کے سایہ کا اُٹھ جانا احرار اسلام کی سرگرمیوں کے لیے تعطل کا باعث بنا خصوصاً امیر شریعت کی موت سے احرار کی مرکزی قیادت کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ مگر اب پھر اللہ کے فضل و کرم سے اس تحریک کو مولانا عبید اللہ احرار کی مایہ ناز قیادت اور ابن امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری کی متین و عالمانہ سیادت سے نوازا ہے اور اسی قیادت و سیادت کے زیرِ سایہ مجلس احرارِ اسلام نیا ولولہ، نیا جوش و خروش اور بلند عزائم لے کر میدانِ عمل میں اتر آئی ہے۔

قائدِ محترم!

ہم خدام مجلس احرار اسلام آپ کو یقین دلاتے ہوئے پوری سنجیدگی سے اعلان کرتے ہیں کہ آئینِ الٰہی کے نفاذ، اسلام کی سربلندی، تحفظ ختمِ نبوّت اور مملکتِ خداداد پاکستان کے استحکام نیز دشمنانِ دین کا سر کچلنے کے لیے ہم آپ کے ہمرکاب ہیں، اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔''

ملتان میں ہیضے کی وبا اور احرار کارکنوں کا جذبۂ خدمتِ خلق: (اپریل ۱۹۶۸ء)

اس کانفرنس سے پہلے اپریل ۱۹۶۸ء میں ملتان میں ہیضے کی وبا چھوٹ پڑی جس نے بڑی سرعت کے ساتھ پورے ملتان اور اس کے گرد و نواح کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دو چار روز میں ہی ہنستی ہوئی آبادیوں سے بے شمار جنازوں کے ساتھ ساتھ آہ و بُکا، غم والم اور فریاد کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ہفتہ، عشرہ میں شہری زندگی کی بنیادیں متزلزل ہونے لگیں۔ سستی شہرت و عزت اور سیاسی وقار کے بھوکے برساتی لیڈر تہ خانوں سے اُبل پڑے، کاروباری ذہن امداد و تعاون کے نام سے کھل کھیلے۔ ایسے حالات میں مجلس احرار اسلام ملتان نے اپنی روایت زندہ کی۔ محض توکل علی اللہ کے حقیقی سہارے پر یکے بعد دیگرے دو طبّی امدادی کیمپ قائم کر کے ہزار ہا مریض اور قریب الموت انسانوں کو پیامِ زندگی دیا۔ غم زدوں کی ڈھارس بندھائی۔ لاکھوں مسلمان بھائی بہنوں کی خلوص و محبت میں ڈوبی ہوئی دعائیں لیں۔

چودھری نواب علی مرحوم مغفور:

چودھری نواب علی نائب صدر مجلس احرارِ اسلام ملتان پیرانہ سالی کے باوجود جواں ہمت اور پر عزم دل و دماغ کے انسان تھے۔ یوں تو وہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے لیکن ایک چیز جو اُن کی شخصیت کا اہم ترین جز بن چکی تھی وہ یہ تھی کہ

جب بھی وہ کسی چیز کا عزم کر لیتے تو اس پر پوری عظمت کے ساتھ قائم رہتے۔ پھر پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں، دریاؤں کا رخ بدل سکتا ہے لیکن انہیں اپنے ارادوں سے باز نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس وبا میں میدانِ عمل میں اترنے کا محرکِ اوّل بھی وہی ہوئے۔ چودھری نواب علی کی تحریک پر ہی مقامی جماعت کا ایک ہنگامی اجلاس ۱۰/اپریل ۱۹۶۸ء زیرِ صدارت جناب شیخ محمد یعقوب صاحب جالندھری صدر مجلس احرارِ اسلام ضلع ملتان ہوا اجلاس میں دوسرے کارکنوں کے علاوہ جناب شیخ تاج محمد لدھیانوی صدر مجلس احرار اسلام ملتان شہر، جناب نذیر احمد چوہان (سٹینڈرڈ بیکری والے)، شیخ انعام الٰہی صاحب، جناب شیخ محمد یٰسین صاحب، جناب خلیفہ محمد یعقوب، جناب مشتاق احمد غوری، جناب کریم اللہ، جناب صوفی نذیر احمد، شیخ بشیر احمد نور محلی، ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ، ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری اور دیگر احرار کارکنوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ عوام کی طبّی امداد کے لیے مجلس احرار اسلام کی طرف سے ایک طبّی کیمپ کھولنا چاہیے۔ جہاں پر ملتان کے غریب، مفلس اور پریشان حال عوام کے مفت علاج کا اہتمام کیا جا سکے۔

جناب شیخ محمد یعقوب صاحب جالندھری صدر مجلس احرار اسلام نے سب سے پہلے مالی امداد مہیا کی۔ انہوں نے طبی امداد کی ابتدائی ضروریات کو پورا کرنے کی حامی بھر لی تو جماعت کے سامنے کسی مستند، ایثار پیشہ ڈاکٹر کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ ضرورت ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ احرار نے اپنا طبی کیمپ عثمانیہ مارکیٹ (حسین آگاہی) میں کھول دیا۔ لیکن ڈاکٹر کا انتظام نہ ہو سکا۔ اس پر سب پریشان تھے۔ خصوصاً چودھری نواب علی جو کیمپ کے پاس پاؤں پر بیٹھے اُس وقت اسی پریشانی میں رو رہے تھے اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات اُن کے پرخلوص دل کی تڑپ اور پریشانی کا پتہ دے رہی تھی ایسے میں کسی شخص نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کہ ''باباجی کیوں رو رہے ہو؟'' اور یہ ہاتھ عثمانیہ مارکیٹ کے مستند و مخلص ڈاکٹر جناب عبداللطیف امرتسری کا تھا جس نے چودھری نواب علی کو دلاسا دیتے ہوئے کہا کہ آج کے بعد جب تک شہر میں ہیضے کی وبا رہے گی میں اپنا ذاتی کام نہیں کروں گا اور صرف آپ کے کیمپ میں ہی کام کرتا رہوں گا۔ اس پر نہ صرف چودھری نواب علی بلکہ تمام احرار کارکنوں کے دل خوشی سے باغ باغ ہو گئے اور یہ خوشی صرف اس لیے تھی کہ احرار رضا کاروں کو اپنی روایت کے مطابق خدمتِ خلق کا موقع میسر آ گیا۔ چنانچہ ۱۸/اپریل ۱۹۶۸ء کو جناب شیخ محمد یعقوب جالندھری کی زیرِ نگرانی کیمپ نے اپنا کام شروع کر دیا۔ طبی کیمپ کو ایک عارضی ہسپتال کی شکل دے دی گئی۔ مریض آنے شروع ہو گئے ہسپتال میں بستروں کا انتظام بھی ہو گیا۔ عورتوں کے لیے الگ اور مردوں کے لیے الگ، اس موذی مرض کے لیے قیمتی سے قیمتی دوا مہیا ہو رہی تھی۔ رضا کار دن رات لوگوں کی خدمت میں موجود رہتے۔ اپنی جان خطرے میں ڈال کر احرار رضا کاروں نے لوگوں کے اسہال اور قے کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا، انھیں حوصلہ دیتے اور جواب میں نادار اور مخلص مریضوں سے دعائیں لیتے رہے۔

شروع میں تو مریضوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی ایک وقت میں تقریباً پانچ صد تک تعداد پہنچ گئی لیکن احرار رضا کاروں کے حوصلے بھی اس تعداد کے ساتھ بڑھتے ہی گئے۔ مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری بھی اپنا

قیمتی وقت نکال کر اس عارضی کیمپ میں تشریف لاتے جس سے کارکنوں کو حوصلہ ہوتا۔ میں بھی اپنے فارغ وقت پر اس طبی امدادی کیمپ میں حاضر ہو کر رضا کاروں کے ساتھ مل کر کوئی نہ کوئی کام کرتا رہتا۔ میرے لیے یہ اعزاز تھا کہ میں احرار کارکنوں میں شامل ہوں اور جماعتی نظم وضبط کا پابند ہوں۔ یہ سلسلہ ۲۰؍مئی ۱۹۶۸ء تک جاری رہا اور ہزار ہا مریض اس کیمپ سے شفایاب ہوئے۔

شیخ محمد یعقوب جالندھری نے دوسرے مخیّر حضرات سے مل کر مالی امداد جاری رکھی، چودھری نواب علی نے اپنا کاروبار بند کر کے اپنے آپ کو اس طبی کیمپ کے لیے وقف رکھا، شیخ تاج محمد، شیخ محمد یعقوب ہوشیار پوری جو کہ جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ تھے، انہوں نے بھی احرار کیمپ میں دن رات کام کر کے اپنے دینی جذبے کا اظہار کیا۔ نذیر چوہان جو کہ ملتان کی جماعت کے خازن بھی تھے، انھوں نے بھی مالی امداد اور کیمپ میں کام کرنے کا حق ادا کر دیا۔ نوجوان احرار کارکن نثار احمد مہاجر جنید نے کیمپ میں مریضوں کی خدمت میں دن رات ایک کر دیا۔

کام کا اندازہ:

احرار کیمپ ۱۸؍اپریل ۱۹۶۸ء سے لے کر ۲۸؍مئی ۱۹۶۸ء تک اپنا فرض سرانجام دیتا رہا۔ اس دوران شہری ضروریات کے پیشِ نظر اور کیمپ کے کام کو پورے شہر کے لیے ناکافی سمجھتے ہوئے جماعت نے ۲۲؍اپریل ۱۹۶۸ء کو لکڑ منڈی میں ایک دوسرا طبی کیمپ بھی کھول دیا تاکہ وبا کی شدت کا بہتر طور پر مقابلہ کیا جاسکے اور زیادہ سے زیادہ مریضوں کو امداد مہیا کی جاسکے۔ مجموعی طور پر ایک اندازے کے مطابق اس تمام عرصہ میں تقریباً پندرہ ہزار چھے سو پچاس مریضوں نے احرار طبی کیمپ سے فائدہ اٹھایا۔ ان میں سے کچھ مریض ایسے بھی تھے جن پر تین تین سو روپے خرچ ہوئے۔ لیکن اللہ کا شکر تھا کہ سب مریض شفایاب ہو کر گئے۔ کسی مریض کی موت کیمپ میں نہیں ہوئی۔ لوگ مایوس اور نا اُمید ہو کر آتے تھے اور اللہ کے فضل وکرم سے شفایاب ہو کر جاتے تھے۔

آخری تقریب میں مولانا عبیداللہ احرار کا خطاب:

کیمپ کے اختتام پر ۲۸؍مئی ۱۹۶۸ء کو مجلس احرارِ اسلام ملتان نے ڈاکٹر صاحبان خصوصاً ڈاکٹر عبداللطیف امرتسری کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ایک محفلِ عصرانہ ترتیب دی۔ صدر محترم جناب مولانا عبیداللہ احرار لائل پور (فیصل آباد) سے تشریف لائے، انہیں خاص طور پر مقامی جماعت کی طرف سے دعوت دی گئی تھی۔ مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ ناظم مرکزیہ نے اپنے دست مبارک سے ڈاکٹر عبداللطیف امرتسری انچارج کیمپ عثمانیہ مارکیٹ اور ڈاکٹر بشیر احمد صاحب انچارج احرار طبی کیمپ لکڑ منڈی کو ہار پہنائے نیز انھیں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ترجمہ قرآن پاک نسخے اور تاریخ احرار سمیت جماعتی مطبوعات ایک ایک سیٹ، اسلامی تحفہ اور برمحل ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری اس موقع پر ملتانی حکام کی پرانی روایات کے مطابق زبان بندی کی وجہ سے سامعین کو خطاب نہ کر سکے لیکن یہ کسر صدر مرکزیہ جناب مولانا عبیداللہ احرار نے پوری کر دی، آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''احرار کے بہادر اور جیالے نوجوانو! میں تمھیں اس کارنامے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، تم نے اپنے ماضی کی یاد تازہ کردی۔ اس کیمپ کے حالات سن کر مجھے ۱۹۳۵ء کا وہ احرار کیمپ یاد آ گیا جو ہماری جماعت نے کوئٹہ کے قیامت خیز زلزلے سے متاثر ہونے والے افراد کی خدمت کے لیے لگایا تھا۔ جماعت کے اس کام سے متاثر ہو کر جب حکومت نے جماعتِ احرار کا شکریہ ادا کرنا چاہا تو مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ احرار جب بھی کوئی ایسا کام کرتے ہیں تو ان کے سامنے حکومت کے شکریے نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مندی ہوتی ہے۔ جماعت احرار کے لیے یہ پہلا موقعہ نہیں ہے بلکہ اس سے پیشتر بھی وہ اس قسم کے کارنامے سرانجام دیتی رہی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی قوم کے دکھ میں پوری طرح شریک ہو کر اُن کے کام آنے کا مصمم ارادہ رکھتی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہمیں نیکی سے محبت اور برائی سے نفرت کی توفیق دے۔'' (آمین)

صدر مرکزیہ کے خطاب سے پہلے ڈاکٹر صاحبان کی خدمت میں مولانا رحمت اللہ مہاجر نے سپاس نامہ پیش کیا اور حافظ احمد دین صاحب نے کیمپ کی کارگزاری پر رپورٹ پڑھی جس کے بعد مدعوئین کی چائے سے تواضع کی گئی اور آخر میں مولانا سید ابوذر بخاریؒ کے دعائیہ کلمات کے بعد تقریب بہ احسن اختتام پذیر ہوئی۔

پاکستان کی سیاسی فضا اور احرار اسلام کا روایتی کردار:

جس دور کے حوالے سے اپنی سوانح حیات پیش کر رہا ہوں، وہ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں ایک انتہائی اہمیت کا حامل دور تھا۔ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو اپنے پورے وسائل کے ساتھ میدانِ سیاست میں اتر چکے تھے۔ ان کے منشور کے خدوخال واضح طور پر سامنے آ چکے تھے۔ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ اسلام ہمارا دین ہے، سوشلزم ہماری معیشت ہے، جمہوریت ہماری سیاست ہے۔ پورے ملک میں سوشلزم زندہ باد کے نعرے گونج رہے تھے۔ دوسری طرف پاکستان ائیر فورس کے سابق سربراہ ائیر مارشل اصغر خان بھی میدان سیاست میں اپنا رنگ جمانے کی کوشش میں مصروف تھے اور عوام کی ایک واضح تعداد اُن سے بھی اسی طرح متاثر تھی جس طرح ذوالفقار علی بھٹو سے۔ غرضیکہ یہ دونوں لیڈر اس وقت کی سیاست پر چھائے ہوئے تھے۔ خصوصاً ذوالفقار علی بھٹو نے تو بڑی حد تک نوجوان نسل کو متاثر کر کے اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ اور سیاست میں ایسی حیثیت حاصل کر لی تھی کہ پورا سیاسی ماحول ذوالفقار علی بھٹو کے قبضے میں تھا۔ بڑے بڑے سیاسی رہنما نہ صرف ذوالفقار علی بھٹو سے متاثر تھے بلکہ مرعوب بھی تھے۔ ایسے حالات میں مجلس احرار اسلام نے آگے بڑھ کر ذوالفقار علی بھٹو کے سوشلزم کے نعرے کی مخالفت کر کے اُسے للکارا، اس کی مخالفت کا عزم کیا اور اپنے پورے وسائل کے ساتھ سوشلزم کے اس نعرے کی مخالفت کی۔ دوسری طرف ہماری دینی جماعت جمعیت علمائے اسلام جس کی قیادت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا مفتی محمودؒ کر رہے تھے نے ذوالفقار علی بھٹو کی شہرت اور عوام میں اس کی پذیرائی کو دیکھ کر ذوالفقار علی بھٹو کی ہم نوائی کر کے دینی حلقے کو حیرت میں ڈال دیا۔ البتہ جماعت اسلامی نے ذوالفقار علی بھٹو کے سوشلزم کی مخالفت کو اپنی جماعت کے

نصب العین کا ایک اہم حصہ بنالیا اور سوشلزم کی مخالفت کر کے اس سیاسی ماحول میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ ۱۱۳ علمائے اسلام کے اس فتویٰ کی تشہیر بھی بڑے وسیع پیمانے پر جماعتِ اسلامی کی طرف سے کی گئی جس میں کہا گیا تھا کہ:

''سوشلزم کفر ہے اور اس کی اعانت حرام ہے۔''

اس طرح ملک کی دینی جماعتیں دو حصوں میں تقسیم ہوگئیں۔ جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام۔ مجلس احرار نے بھی سوشلزم کی مخالفت کو اپنے نصب العین میں شامل کر کے پورے ملک کے اندر ایک کھلبلی مچا دی۔ جس سے اس طبقے کو تقویت حاصل ہوئی جو ذوالفقار علی بھٹو کی اس سلسلے میں مخالفت کر رہا تھا۔ ملک کے مشہور سوشلسٹ جے۔ اے رحیم، معراج محمد خان، مبشر حسن، معراج خالد اور رانا مختار بھی پیپلز پارٹی کے رہنماؤں میں شامل تھے۔

ذوالفقار علی بھٹو کی مرزا ناصر سے ملاقات:

ایسے حالات میں ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر سے ملاقات کر کے دینی حلقے کو حیرت زدہ کر دیا۔ مجلس احرار اسلام نے پورے ملک کے اندر اس ملاقات پر جلسے کر کے اس کے خلاف بھرپور احتجاج کیا۔ لاہور میں دہلی دروازے کے احرار پارک میں ایک بہت بڑی احرار کانفرنس میں احرار اکابر نے جن میں مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ، سید عطاء المؤمن بخاری، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، مولانا عبیداللہ احرار کی تقریروں کے بعد مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے تقریر کرتے ہوئے اس ملاقات کے پس منظر اور اس کے محرکات سے عوام کو آگاہ کیا اور کہا کہ بھٹو اور مرزا ناصر کی اس ملاقات نے ملک کی سلامتی کو ایک پرحول خطرہ میں مبتلا کر دیا ہے اور قادیانیوں کے ساتھ پیپلز پارٹی کا یہ اشتراک اور اتحاد کل کیا گل کھلانے والا ہے اس کے تصور سے ہی انسان لرز اٹھتا ہے۔ اس اتحاد سے ملکی سلامتی کو شدید خطرہ ہے۔ اس موقع پر ہزاروں شرکاء کانفرنس نے مرزائی کمیونسٹ اتحاد مردہ باد کے نعرے لگائے۔ لیکن اس عوامی سطح پر احتجاج کا پیپلز پارٹی پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اس کے بعد ایک پریس کانفرنس میں ذوالفقار علی بھٹو نے برملا کہا کہ ''مرزا ناصر سے ملاقات میرا حق تھا اور میں آئندہ بھی مرزا ناصر سے ملاقات کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔''

ایسے حالات میں آغا شورش کاشمیری بھی ذوالفقار علی بھٹو کی مخالفت میں پورے عزم کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یاد رہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے ابتدائی دور میں صدر ایوب کی مخالفت ان دونوں کے درمیان قدرِ مشترک تھی اس لیے آغا صاحب اور بھٹو صاحب کی آپس میں اچھی خاصی دوستی تھی جو اب مخالفت میں تبدیل ہوگئی۔ لیکن جمعیت علماء اسلام پر بھٹو کی سیاست میں اس تبدیلی کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ بدستور ذوالفقار علی بھٹو بنے رہے۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے موقع پر بھٹو نے قلابازی کھائی اور جمعیت علماء اسلام سے اتحاد ختم کر کے ڈیرہ اسماعیل خان میں مولانا مفتی محمود کے مقابلے میں امیدوار بن کر سامنے آ گئے۔ مولانا مفتی محمود نے بھٹو کو عبرتناک شکست دی۔ پھر صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) اور بلوچستان میں پیپلز پارٹی، نیشنل پارٹی اور جمعیت علماء اسلام کی مشترکہ حکومتیں بنیں۔ لیکن سہ فریقی اتحاد کا رومانس زیادہ دیر نہ چل سکا۔ مولانا مفتی محمود نے سرحد کی وزارتِ اعلیٰ سے استعفیٰ دے دیا۔ اسی طرح ولی خان اور بزنجو بھی حکومت سے علیحدہ ہو گئے۔ بلوچ بغاوت کر کے پہاڑوں پر چڑھ گئے، سرحد میں پی پی رہنما حیات محمد شیر پاؤ قتل ہوئے، بلوچستان میں جمعیت علماء اسلام

کے مولانا شمس الدین شہید ہوئے، عبدالصمد اچکزئی قتل ہوئے، پنجاب میں جماعت اسلامی کے رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر نذیر اور خواجہ محمد رفیق شہید کر دیے گئے۔ یوں پورے ملک میں سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کا قتل عام ہونے لگا۔ بھٹو حکومت کی فسطائیت اور ظلم کے خلاف نئے سیاسی اتحاد بنے اور سول نافرمانی کی تحریکیں چلیں بالآخر ۱۹۷۷ء میں بھٹو حکومت کو جنرل ضیاء الحق نے مارشل لا کے ذریعے ختم کر دیا اور نواب محمد احمد خان کے مقدمہ قتل میں بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔

مجلس احرارِ اسلام نے ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں جن خدشات کا اظہار کیا تھا وہ حرف بہ حرف پورے ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت نے یہ منظر بھی دکھایا کہ جس ذوالفقار علی بھٹو نے ووٹوں کی خاطر مرزا ناصر سے ملاقاتیں کی تھیں وہی بھٹو ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر مجبور ہوا۔

مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں خصوصاً قائد احرار مولانا سید ابوذر بخاریؒ اور اُن کے رفقاء نے سیکولر سیاسی جماعتوں کے ساتھ دینی جماعتوں کے اتحاد سے کبھی اتفاق نہیں کیا۔ یہ اُن کی مبنی بر اخلاص ایک رائے تھی۔ احرار رہنماؤں کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ سیکولر سیاسی جماعتوں کے ساتھ اتحاد نے دینی طبقات کو ہمیشہ نقصان پہنچایا ہے خصوصاً اُن کی دینی حیثیت کو مجروح کیا ہے۔ قومی وملکی مسائل پر اُن سے کسی نکتے پر مفاہمت تو ہوسکتی ہے لیکن اتحاد زہر قاتل ہے۔ اس مؤقف پر وہ آج بھی قائم ہیں کہ دینی جماعتوں کا آپس میں اتحاد ہونا چاہیے اور وہ بھی مستقل بنیادوں پر۔ اس عنوان پر ماضی میں بہت کوششیں ہوتی رہی ہیں۔

مارچ ۱۹۸۰ء مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ نے خان پور میں مسلک دیوبند کے تمام دینی حلقوں کو اکٹھا کر کے اتحاد کی کوشش کی لیکن ان کی یہ کوشش بھی رائیگاں گئی۔ خان پور کے اجتماع میں مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تاریخی تقریر میں ان وجوہات کا ذکر کیا جس وجہ سے یہ اتحاد نہیں ہوتا تھا۔ اس تقریر کی کیسٹ آج بھی موجود ہے، دارِ بنی ہاشم سے رابطہ کر کے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس تقریر کی کہانی جناب مولانا زاہد الراشدی نے مولانا سید ابوذر بخاریؒ پہ اپنے ایک مضمون مطبوعہ ''نقیبِ ختمِ نبوت'' میں بیان کر دی ہے جو نذرِ قارئین کی جاتی ہے۔

''مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ بے شمار ملاقاتیں ہوئیں۔ عام جلسوں میں ان کے طویل خطابات سنے اور نجی محفلوں کی بے تکلفانہ گپ شپ کا حظ بھی اٹھایا۔ مجھے ان کے مطالعہ کی وسعت اور معلومات کے استحضار نے سب سے زیادہ متاثر کیا حتیٰ کہ بسا اوقات صرف اس لیے ان سے ملاقات و مجلس کے مواقع تلاش کرتا تھا کہ بہت سی مستند معلومات کسی لمبے چوڑے مطالعہ کی کلفت اٹھائے بغیر ان کے ہاں مل جایا کرتی تھیں۔

انہیں جمعیت علما اسلام کی سیاسی پالیسیوں سے ہمیشہ اختلاف رہا اور مجھے ایک عرصہ تک سیکرٹری اطلاعات کی حیثیت سے جمعیت کے ترجمان کی حیثیت حاصل رہی، وہ اپنے اختلاف کا کھل کر اظہار کرتے تھے اور لگی لپٹی رکھے بغیر کرتے۔ ایک صاحب علم اور صاحب رائے کے طور پر میں ان کا یہ حق سمجھتا تھا۔ اس لیے اختلافات اور ان کے اظہار میں ایک گونہ شدت کے باوجود اُن سے میری عقیدت کا سلسلہ بدستور قائم رہا۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ لطیفہ بھی ریکارڈ میں آجائے تو شاید نامناسب نہ ہو۔ ایک دور میں جمعیت علما اسلام کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوّر اللہ مرقدہٗ نے دیوبندی مکتب فکر کے

سرکردہ علما کو جامعہ مخزن العلوم خان پور میں جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ عمومی جلسہ بھی تھا اور مختلف دیوبندی جماعتوں کے رہنماؤں کے مشترکہ خصوصی اجلاس کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ، حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ سمیت بیشتر دیوبندی علما جمع تھے۔ مولانا سید ابوذر بخاری کا خطاب ظہر کے بعد کی نشست میں تھا جبکہ مولانا مفتی محمود نے رات کی نشست میں خطاب کرنا تھا۔ معاملہ خاصا نازک تھا، مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے اپنے تفصیلی خطاب میں روئے سخن مفتی محمود صاحبؒ ہی کی طرف رکھا اور اپنے مخصوص اندازِ خطابت کے دائرہ میں وہ جو کچھ کہہ سکتے تھے کہہ گئے۔ سٹیج پر میں بھی موجود تھا بلکہ حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ کی کرسی کے بالکل ساتھ فرشی نشست پر آلتی پالتی مار کر بیٹھا تھا اور اپنی جماعت کی پالیسیوں کے خلاف ان کی خطیبانہ گھن گرج سے محظوظ ہو رہا تھا۔ نشست ختم ہوئی، پتہ چلا کہ حضرت مولانا مفتی محمودؒ تشریف لے آئے ہیں۔ ان کی قیام گاہ پر ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو انہیں حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ کے خطاب کی رپورٹ مل چکی تھی، صورت حال کی نزاکت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے مفتی صاحب جمعیت علما اسلام کے سیکرٹری جنرل تھے اور میں سیکرٹری اطلاعات، جب کہ جمعیت ہی کے امیر کے طلب کردہ جلسہ میں جمعیت کی پالیسیوں کے خلاف ٹھیک ٹھاک قسم کی تقریر ہوئی تھی۔ مفتی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں مجھ سے پوچھا ''تم نے تقریر سنی؟'' میں نے عرض کیا ''جی ہاں! پھر پوچھا تم کہاں تھے؟ میں نے جواب دیا کہ سٹیج پر! پھر دریافت کیا ''سن لی! میں نے عرض کیا ''جی ہاں سن لی! اس کے بعد مفتی صاحب نے پوچھا ''پھر کیا خیال ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ ''میرا خیال ہے کہ یہ تقریر یہاں نہیں بلکہ کل کے مشترکہ اجلاس میں ہونی چاہیے تھی۔'' حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے چہرے پر کچھ برہمی سی نمودار ہوئی اور فرمایا ''کیا مطلب؟ تمہیں باتوں سے اختلاف نہیں صرف جگہ سے اختلاف ہے؟'' میں نے گزارش کی کہ ''ہاں! مجھے جگہ سے اختلاف ہے اس لیے کہ اس قسم کی باتیں آمنے سامنے ہو جائیں تو زیادہ بہتر رہتی ہیں۔ مفتی صاحب نے پھر پوچھا کہ اب میں کیا کروں؟ میں نے عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے خطاب میں اس بات کا اشارہ بھی نہ دیں کہ آپ کے خلاف اس سٹیج پر کوئی تقریر ہوئی ہے۔ یہی بات بعد میں حضرت درخواستی رحمہ اللہ نے بھی ان سے فرمائی چنانچہ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ایسا ہی کیا اور ایک نیا محاذ گرم ہوتے ہوتے رہ گیا۔'' (ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' اکتوبر ۲۰۱۲ء) (جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

24 اپریل 2014ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم/انتخاب وضمیمہ: شکیل عثمانی　　قسط اوّل

''ضربِ کلیم'' اور احمدیت

پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم کا یہ مضمون ہمارے کرم فرما جناب شکیل عثمانی نے چند ماہ قبل ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' میں اشاعت کے لیے ارسال فرمایا۔ جو علامہ اقبال مرحوم کے شعری مجموعے ''ضربِ کلیم'' پر قادیانی تبصرے کا جواب ہے۔ قادیانی تبصرہ ہفت روزہ سن رائز میں شائع ہوا لیکن اس میں تاریخ اشاعت ۱۰ اکتوبر کے ساتھ سن درج نہیں۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی کا یہ جوابی مضمون علامہ اقبال کی زندگی میں شائع ہوا۔ جسے بعد میں نذیر نیازی مرحوم نے اپنی کتاب ''ادبیّاتِ ملیّہ'' میں شائع کیا۔ اصل حوالہ اور سن اشاعت کی تلاش جاری ہے۔ اپریل کے شمارے میں علامہ اقبال کے یومِ وصال کی مناسبت سے شائع کیا جا رہا ہے۔ آئندہ شمارے میں جناب شکیل عثمانی کا تجزیہ اور پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم کے احوال شامل اشاعت ہوں گے۔ (مدیر)

علامہ اقبال کے شعری مجموعے ضربِ کلیم کی اشاعت پر اکثر اربابِ بینش کو یہ خیال ہوا تھا کہ احمدی حضرات اس کے بعض اشعار کو اپنی تعریض پر محمول کریں گے۔ چنانچہ ۱۰ اکتوبر کے (ہفت روزہ) سن رائز میں جو ''ریویو'' اس کتاب پر شائع ہوا ہے اس نے اس خیال کی تصدیق کر دی۔ احمدی حضرات نے علامہ مدظلہٗ کے بعض اشعار کو ''سلسلۂ عالیہ'' کی طرف منسوب کر کے قادیانی خانہ ساز نبوت کا راز اس خوبصورتی کے ساتھ فاش کیا ہے اور اپنی تضحیک کا ایسا دلکش سامان بہم پہنچایا ہے کہ بے اختیار داد دینے کو دل چاہتا ہے۔ غالباً اسی لیے کسی دانا نے یہ کہا ہے کہ خدا انسان کو نادان دستوں سے محفوظ رکھے۔

مدیر ''سن رائز'' کو کیا خبر کہ اس کتاب میں افراد واشخاص سے بحث نہیں کی گئی بلکہ فلسفیانہ طریق پر عہدِ حاضر کا تجزیہ کیا گیا ہے اور اس کی غلط روش، غلط تعلیمات، غلط خیالات اور غلط منطق کی نہایت واضح الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔ افرنگ اور دانشِ افرنگ کے ساتھ عرب وعجم اور ایران و ہندوستان پر بھی تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے اور مسلمانوں کی حیاتِ اجتماعیہ کے مختلف شعبوں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ الغرض ضربِ کلیم مغرب اور مشرق دونوں پر بے لاگ تبصرہ ہے جس کی نظیر اردو تو کیا اس وقت تمام ایشیائی لٹریچر میں بھی ڈھونڈے سے نہیں مل سکتی۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں اسلام کے انحطاط خیز رجحانات اور ملوکیت پسند تاویلات کی تشریح کے آئینہ میں جو علامہ کے قلمِ معجز رقم نے کی ہے، قادیان اور اربابِ قادیان کو اپنی صورت نظر آ گئی ورنہ، ہم مدیر ''سن رائز'' کو یقین دلاتے ہیں کہ قادیانیت اس درجہ اہم نہیں کہ علامہ اس کے تذکرہ سے ضربِ کلیم کے صفحات سیاہ فرماتے۔

اس ریویو کو پڑھنے کے بعد جو چیز نمایاں طور سے نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ لکھتے وقت مدیر ''سن رائز'' کا توازنِ دماغی قائم نہ رہ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ریویو ضربِ کلیم پر تنقید کے بجائے احمدیت کی تائید کی شکل میں بدل گیا۔

مدیر مذکور نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال جہاد کے قدیم، پارینہ اور خونی تصوّر کے قائل ہیں، برطانوی ملوکیت کے دشمن ہیں اور بے قوت نبوت کو برگِ حشیش سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم احمدیت کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریک جہاد کو منسوخ اور ناجائز قرار دیتی ہے۔ برطانوی ملوکیت کی ثنا خواں ہے بلکہ اسے

آیۂ رحمت سمجھتی ہے اور بے قوت نبوت پر ایمان رکھتی ہے۔

جب صورتِ حال یہ ہے تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ مدیر مذکور ڈاکٹر صاحب سے اس قدر خفا کیوں ہیں؟ اور ان کی تنقید کو Oblique Remarks یعنی در پردہ تعریض کیوں سمجھتے ہیں۔ اس درجہ تفاوت ہے کہ بُعد المشرقین نظر آتا ہے تو مدیر کو شکایت کرنے کا کیا حق ہے؟ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے مسلک کی اشاعت میں آزاد اور خود مختار ہیں۔ اگر اس کی بنا پر تمہارے مسلک پر زد پڑتی ہے تو کوئی کیا کرے؟ کیا علامہ موصوف محض اس خیال سے اعلائے کلمۃ الحق سے باز رہیں کہ ان کے کلام معجز نظام کی ضرب سے احمدیت کے آبگینے چکنا چور ہو جائیں گے؟

اگر ہم چوری کی مذمت کریں اور کوئی چور اس مذمت کو سن کر یہ کہنے لگے کہ یہ مجھ پر در پردہ تعریض کی گئی ہے تو یہ اس کی اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ اس معاملہ میں سوائے اس کے کہ اس شخص کے ساتھ ہمدردی کی جائے اور چارہ کار ہی کیا ہے؟ قرآن مجید میں اس فعل کی بار بار مذمت کی گئی ہے۔ سوءِ اتفاق سے ابولہب نے خانہ کعبہ سے سونے کا ایک ہرن چرایا تھا لہٰذا جب کبھی وہ ان آیات کو جن میں چوری کی مذمت کی گئی ہے، سنتا تھا تو یہی کہتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے در پردہ مجھ پر چوٹ کی ہے۔ بعینہٖ یہی حال ہمارے احمدی دوستوں کا ہے حالانکہ بات بالکل صاف ہے۔ تم ان تینوں باتوں کے قائل ہو۔ ڈاکٹر صاحب ان تینوں کے سخت مخالف ہیں اور ان کو علیٰ وجہ البصیرت اسلام کی روح کے منافی خیال فرماتے ہیں۔ پھر تم ان کی تنقید کو پڑھ کر نعل در آتش کیوں ہوتے ہو اور ان سے وجہ شکایت کس لیے پیدا کرتے ہو؟ تمہارا مذہب اور، ان کا مسلک اور۔ وہ رہ نوردِ کعبہ، تم عازم ترکستان! جب فی مابین، کوئی وجہِ اتحادِ خیال ہی نہیں تو اس واویلا کی کیا ضرورت ہے۔

آیئے! اب نہایت سکونِ قلب کے ساتھ ان حقائق سہ گانہ کا مذہبی اور عقلی زاویہ نگاہ سے تجزیہ کر کے دیکھیں تا کہ ڈاکٹر صاحب کا مسلکِ زریں ہر شخص پر روزِ روشن کی طرح ہویدا ہو جائے۔

ا۔ اسلامی جہاد کی تعریف:

اپنے مذہب یا اس شے کی حفاظت اور بقا کی خاطر، جسے انسان مقدس اور محترم سمجھتا ہو، اپنی زندگی تک قربان کر دینا، یہ اسلامی جہاد کی تعریف ہے۔ عقل، تاریخ اور مشاہدہ تینوں اس کی تائید کرتے ہیں۔

(الف) اگر کوئی شخص اپنے مذہب، ثقافت (کلچر) یا مقدس روایات یا وطنِ عزیز کی حفاظت کے لیے بھی تلوار نہیں اٹھا سکتا تو پھر خدا جانے اس کی تلوار کس دن کام آئے گی؟ تلوار تو بنائی ہی اس لیے گئی تھی کہ اپنی جان و مال اور دین و ایمان کی حفاظت و حمایت میں بلند کی جائے اور یہی تعلیم اسلام کی ہے کہ اس کو اس وقت نیام سے باہر نکالا جائے جب دشمن تم پر یا تمہارے مذہب پر یا تمہارے ملک پر حملہ آور ہو۔

(ب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل بھی اسی حقیقت پر شاہد ہے۔ آپ نے اسلام کی اشاعت کے لیے یا لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کے لیے یا دوسروں کو ان کے وطن سے محروم کرنے کے لیے کبھی ہرگز تلوار نہیں اٹھائی۔ آپ نے بلاشبہ جنگوں میں حصہ لیا لیکن وہ سب رفعِ فتنہ کے لیے تھیں۔

(ج) اپنے مذہب اور اپنے مقاماتِ مقدسہ مثلاً بہشتی مقبرہ اور منارۃ المسیح کی حفاظت کے لیے اپنا خون بہانے اور اپنی جانیں قربان کرنے کا اعلان خود قادیان کی سرزمین سے بھی کئی دفعہ ہو چکا ہے۔

الغرض جہاد کرنا انسانی فطرت کا تقاضا ہے، ہر شخص کو دنیا میں جینے اور آزادی کے ساتھ اپنی مذہبی روایات پر عمل

کرنے کا حق حاصل ہے اور اگر کوئی طاقت اس معاملہ میں اس کی مزاحم ہو تو اس کا مقابلہ کرنا، حتیٰ یکون الدین کلہ للہ سراسر قرینِ عقل وصواب ہے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان جب تک اسے یقین نہ ہو جائے کہ میں کس مقصد کی تکمیل کر رہا ہوں، اس وقت تک اپنی تلوار نیام سے باہر نہیں نکال سکتا۔ انسان اس وقت جنگ کرتا ہے جب اپنے آپ کو برسرِ حق یقین کرتا ہے۔ حکومتیں انسانی فطرت کے اس پہلو سے آگاہ ہیں اس لیے وہ دنیاوی جنگوں کو بھی جن کا مقصد قتل وغارت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا، مقدس بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ صلیبی جنگوں کا مقصد دراصل یہ تھا کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکا جائے لیکن حکومتوں نے پادریوں کی وساطت سے ان جنگوں کو ''مقدس'' قرار دلوایا تاکہ لوگ آمادۂ پیکار ہو سکیں۔ حالانکہ صلیبی اقوام نے ارضِ شام میں جس بربریت اور سفاکی کا مظاہرہ کیا اسے تقدس سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ خود ہمارے زمانہ میں جو محاربہ عظیم یورپ میں برپا ہوا، برطانوی مدبرین نے اسے بھی پادریوں کے ''مقدس'' ہاتھوں سے تقدس و بپتسمہ دلوایا۔ چنانچہ کنٹربری کے اسقفِ اعظم نے اعلانا شائع کیے کہ شریکِ جنگ ہونے سے برطانیہ کو اپنا کوئی نفع مدنظر نہیں ہے۔ اس نے محض حق وصداقت کی حمایت میں تلوار اٹھائی ہے اور کمزور کی حمایت کی غرض سے شریکِ جنگ ہوا ہے۔ حال ہی میں ایک انگریز مصنف نے جس کا نام Irene Cooper Wills ہے، جنگِ عظیم کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے England's Holy War انگلستان کی جنگِ مقدس۔ الغرض اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے تلوار چلانا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ممنوع تھا (لا اکراہ فی الدین) اور آج بھی ممنوع ہے اور اسلام کی حمایت اور حفاظت کے لیے تلوار اٹھانا ابتدائے اسلام میں بھی جائز تھا اور آج بھی جائز ہے اور قیامت تک جائز رہے گا۔ مرزا صاحب سے جو غلطی دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوئی، وہ یہ تھی کہ انہوں نے اسلامی جہاد کے غلط معنی دنیا کے سامنے پیش کیے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اے دوستو جہاد کا اب چھوڑ دو خیال
دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

ان دونوں مصرعوں میں جو لفظ ''اب'' آیا ہے اگرچہ ادبی زاویۂ نگاہ سے اس کی تکرار بہت مذموم ہے لیکن مرزا صاحب کی، اسلام سے ناواقفیت کا ثبوت دینے کے لیے بہت کافی ہے یعنی ان کا مطلب یہ ہے کہ دین کے لیے جنگ و قتال پہلے جائز تھا، اب جائز نہیں ہے۔ کس قدر عظیم الشان مغالطہ ہے جو انھوں نے دنیا کو دیا۔

کاش انھیں تاریخ وفلسفۂ اسلام سے واقفیت ہوتی، بندۂ خدا! دین کی اشاعت کے لیے جہاد کرنا پہلے کب جائز تھا؟ جو تم آج ناجائز قرار دے رہے ہو؟ اسلام پہلے کب بزورِ شمشیر پھیلایا گیا جو آج تم ناصح مشفق بن کر اس کی ممانعت کر رہے ہو؟

اگر جوع الارض کو تسکین دینے کے لیے یا ملوکیت اور شہنشاہیت قائم کرنے کے لیے یا بے گناہ اقوام کو غلام بنانے کے لیے جہاد کیا جائے تو وہ جہاد ہی کب ہے؟ وہ تو غارت گری ہے۔ خود علامہ فرماتے ہیں:

جنگ شایانِ جہاں غارت گری است
جنگِ مومن سنتِ پیغمبری است(۱)

تعجب ہوتا ہے تعلیم یافتہ احمدی حضرات پر کہ یہ لوگ کیونکر اس سفسطہ کا شکار ہو سکتے ہیں؟ کیا احمدیوں میں کوئی ایسا روشن خیال انسان نہیں جو اسلامی فلسفہ وتاریخ کا مطالعہ کر کے اس مغالطہ کی دلدل سے باہر نکل سکے؟ قرآن مجید کا

مطالعہ کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوسکتی ہے کہ اسلام میں جہاد کا معنی اور مفہوم کیا ہے؟ جنگ اور قتال اگر اس کا محرک ہوسِ ملک گیری اور استعماری حکمتِ عملی ہو تو یہ بات اسلام میں کبھی بھی جائز نہ تھی۔ پھر مرزا صاحب اپنے اس ''الہامی شعر'' میں کس چیز کو حرام قرار دے رہے ہیں؟ اسی بات کو نا، جو پہلے ہی سے حرام ہے، تو حرام کو حرام قرار دینا یہ کون سی دانش مندی ہے؟ اور اگر ان کا مطلب یہ ہے کہ خطرہ کے وقت بھی مسلمانوں کا اپنے مذہب کی حمایت میں تلوار اٹھانا حرام ہے تو وہ مذہبِ اسلام سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں سے قادیانی حضرات جو صورت پسند کریں اختیار فرمالیں، مرزا صاحب کی علمی اور مذہبی پوزیشن بہرحال متزلزل ہوجائے گی۔ اگر پہلی صورت صحیح ہے تو مرزا صاحب مغالطہ کے مرتکب ثابت ہوتے اور دوسری صورت کو تسلیم کیا جائے تو اسلام کے اصولوں سے کورے نظر آتے ہیں۔

اسی لیے حکیم الاُمّت علامہ اقبال مدظلہٗ نے مسلمانوں کو مرزا صاحب اور مرزائیت دونوں کی غلط تعلیمات سے محفوظ کر لینے کے لیے اسرارِ خودی میں اس حقیقت کو آشکار فرمادیا ہے کہ اسلام میں جہاد کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان کی زندگی کا مقصدِ وحید اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور اگر کوئی طاقت مسلمان کو اس کے اس مذہبی فریضہ کی تکمیل سے باز رکھنا چاہے یا اس میں مزاحمت کرے تو وہ حق و صداقت کی حمایت میں تلوار اٹھا سکتا ہے۔ لیکن وہ جہاد جس کا مقصد جوع الارض ہو، تسخیرِ ممالک ہو یا قتل و غارت گری ہو، اسلام میں بالکل حرام ہے۔ چنانچہ علامہ فرماتے ہیں:

ہر کہ خنجر بہرِ غیر اللہ کشید
تیغ اُو در سینۂ او آرمید(۲)

اب جو شخص بھی مرزا صاحب کے مذکورہ بالا شعر کو پڑھے گا وہ لامحالہ یہی سمجھے گا کہ دین کی اشاعت کے لیے پہلے اسلام میں جنگ و قتال جائز تھا یعنی نعوذ باللہ قرونِ اولیٰ میں اسلام کی اشاعت اس کے پاکیزہ اصولوں کی وجہ سے نہیں بلکہ تلوار کے زور سے ہوئی اور تیرہ سو سال کے بعد جاکر مرزا صاحب نے اس بات کو حرام قرار دیا ہے۔

معلوم نہیں مرزا صاحب نے جہاد کے متعلق یہ غلط خیال کیوں پھیلایا۔ شاید حکومت کی نظروں میں عزت حاصل کرنے کے لیے ورنہ یہ ایک حقیقت ہے کہ دین کی اشاعت کے لیے تلوار چلانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جائز نہ تھا اور نہ قرآن مجید کی اس صریح آیت کی موجودگی میں (**لا اکراہ فی الدین**) کسی کو بزورِ شمشیر مسلمان کرنا جائز ہوسکتا ہے اور اسلام تو سرتاپا معقولیت پسند مذہب ہے۔ وہ کب اس بات کو روا رکھ سکتا ہے کہ لوگوں کو تلوار کے زور سے مسلمان بنایا جائے۔

اگر دین کے لیے جنگ و قتال مرزا صاحب سے پہلے حلال ہوتا تو ڈاکٹر آرنلڈ جو ایک سچا مسیحی تھا اور یقیناً مسلم نہ تھا کس طرح اپنی مشہور کتاب ''پریچنگ آف اسلام'' مرتب کرسکتا تھا؟ اس کتاب میں اس منصف مزاج انگریز نے اسلامی تاریخ کی بناء پر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچادی ہے کہ اسلام اپنی ابتدا سے آج تک تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔(۳)

۲۔ قادیان کے مسلکِ جاسوسی پر عمل کرنے کے لیے دوسرا اعتراض مدیر ''سن رائز'' نے یہ کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اسلامی ممالک پر برطانوی اقتدار کو ناپسند کرتے ہیں اور دولِ مغرب کی استعماری حکمتِ عملی کے خلاف ہیں۔

جہاں تک میں نے غور کیا اس باب میں بھی مدیر مذکور کی ناراضگی کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تمہارا مسلک انگریزوں کی غلامی ہے یہ تمہیں مبارک رہے۔ ڈاکٹر صاحب کا مسلک درسِ حریت و آزادی ہے وہ انہیں مبارک رہے۔

آخر تم کو ان پر اعتراض کرنے اور ان کی تعلیم پر ناک بھوں چڑھانے کا کیا حق حاصل ہے؟ ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے مسلک کی یا اس بات کی جسے وہ صحیح سمجھتا ہے تبلیغ کرے اور بلا خوف وخطر تبلیغ کرے۔ دیکھنا اگر ہے تو یہ، اور غور کے قابل اگر کوئی بات ہے تو یہ کہ کس کی تعلیم منشائے اسلام کے مطابق ہے؟

قادیانیوں کے مذہب میں مسلمانوں کو غلامی کا سبق پڑھانا جائز بلکہ فرضِ عین ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے دو خاص جزو ہیں: ایک خدا کی اطاعت، دوسرا گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت۔ اور ان کی تمام عمر مسلمانوں کو درسِ غلامی دینے اور ان کے جذباتِ حریت کو فنا کرنے میں گزری اور کیوں نہ گزرتی؟ وہ اپنے قائم کردہ سلسلہ کو جسے وہ حقیقی اسلام کہتے تھے، سرکارِ انگلشیہ کا ''خود کاشتہ پودا'' قرار دیتے ہیں اور اس بات کو بڑے فخر ومباہات سے بیان کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو اسلام برطانیہ کے زیرِ حمایت سرسبز ہو وہ یقیناً اُس اسلام سے کوئی نسبت نہیں رکھتا جس کی صداقت کا آفتاب فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا تھا۔ وہ اسلام تو دنیا میں حریت اور آزادی کا سب سے بڑا علم بردار ہے۔ اس میں دوئی کی مطلق گنجائش نہیں، وہ تو صرف ایک ذاتِ مطلق کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور وہ ذات اللہ ہے چنانچہ مسلمان صرف اللہ کا مطیع ہوسکتا ہے، غیر اللہ کے سامنے اس کی گردن قیامت تک نہیں جھک سکتی۔ شریعت کا مسئلہ ہے کہ دنیاوی حکومت کا کوئی حکم، خدا کے حکم کے خلاف ہو تو مسلمان کا فرضِ اوّلین یہ ہے کہ غیر اللہ کے حکم ٹھکرا دے۔ چنانچہ اسوۂ حسینی اس پر شاہد عادل ہے:

تا　قیامت　قطعِ　استبداد　کرد
موجِ　خونِ　او　چمن　ایجاد　کرد(۴)

تاریخ شاہد ہے کہ انبیاء اپنی قوم کو درسِ حریت دینے کے لیے مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو مصریوں کی غلامی سے نجات دلائی، حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکومت اور طاقت عطا کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہود کو رومیوں کی غلامی سے نجات دلانے کی کوشش کی، حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی قوم کو حکمت اور طاقت عطا کی لیکن چودھویں صدی ہجری میں جو ''نبی'' پیدا ہوا اس نے اپنی تمام عمر قوم کو غلامی کا درس دیا اور

گفت　دیں　را　رونق　از　محکومی　است
زندگانی　از　خودی　محرومی　است
دولتِ　اغیار　را　رحمت　شمرد
رقص　ہا　گردِ　کلیسا　کرد　و　مرد(۵)

اگر مرزا صاحب کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کا درد ہوتا تو وہ کبھی اپنی قوم کو اغیار کی غلامی کا درس نہ دیتے لیکن وہ تو تمام عمر منارۃ المسیح، بہشتی مقبرہ اور توسیعِ مکان کی تکمیل کی فکر میں سرگرداں رہے۔ قوم کی فکر تھی ہی کب اور ہوتی بھی تو کیونکر؟

اس کے برخلاف، علامہ کے دل میں اپنی قوم کا درد ہے اور یہی درد تو انھیں مسلمانوں سے اس طرح خطاب کرنے پر مجبور کرتا ہے:

اے　مسلماں!　اندریں　دیرِ　کہن
تا　کجا　باشی　اسیرِ　اہرمن(۶)

زیستن تا کے بہ بحر اندر چو خس
سخت شو چوں کوہ از ضبطِ نفس(۷)

پھر کہتے ہیں:

دانی از افرنگ و از کارِ فرنگ
تا کجا در قیدِ زنارِ فرنگ؟
زخم ازو نشتر ازو سوزن ازو
ما و جوئے خون و امید رفو؟(۸)

یہی درد تو انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے افراد کو بیداری، سخت کوشی اور جدو جہد کا پیغام دیتے ہیں:

شیخِ ملت با حدیثِ دل نشیں
بر مراد او کند تجدیدِ دیں(۹)

۳۔　تیسری بات جس پر مدیر مذکور ڈاکٹر صاحب سے خفا ہیں یہ ہے کہ وہ بے لوث قوت وشوکت نبوت کو برگِ حشیش سے تعبیر کرتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تم خود تسلیم کرتے ہو کہ مرزا صاحب قادیانی کی نبوّت بے قوت تھی تو پھر ڈاکٹر صاحب نے اسے برگِ حشیش سے تعبیر کیا تو کیا برا کیا، کیا دو اور دو کو چار کہنا جرم ہے! بلاشبہ

وہ نبوّت ہے مسلماں کے لیے برگِ حشیش
جس نبوّت میں نہیں قوت وشوکت کا پیام (۱۰)

ڈاکٹر صاحب نے اس شعر میں مرزا صاحب کا نام نہیں لیا۔ صرف ایک حقیقت بیان کی ہے لیکن تم نے اس شعر کو ان کی طرف منسوب کر کے خود پردۂ نبوّت کو چاک چاک کر دیا۔

تم بے قوت نبوت کو آیۂ رحمت سمجھتے ہو۔ ڈاکٹر صاحب اسے برگ حشیش تصور فرماتے ہیں پھر جب فی مابین اتحادِ خیال ہی نہیں تو ڈاکٹر صاحب سے شکوہ کس بات کا ہے؟

چونکہ ڈاکٹر صاحب ایسی نبوّت کو برگِ حشیش سمجھتے ہیں اس لیے ان کا فرض تھا کہ مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیں کہ ایسی نبوّت جو مسلمانوں کو غلامی کا سبق پڑھائے، ان کے حق میں برگِ حشیش سے کم نہیں۔ علامہ نے مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کر کے اپنا وہ فرض ادا کیا ہے جو حکیم الامت، مصلحِ قوم اور دانائے راز ہونے کی حیثیت سے ان پر عائد ہوتا تھا۔

خدارا ہمیں یہ تو بتایا جائے کہ مرزا صاحب کی اس نبوّت اور ان کے لاتعداد الہامات سے مسلمانوں کو من حیث القوم کیا فائدہ پہنچا؟ نبوّت بلاشبہ رحمتِ الٰہی ہے لیکن اس نبوّت کو کس چیز سے تعبیر کیا جائے جو قوم کو غلامی کی زنجیروں کو اور زیادہ مضبوط کرے۔

اس وقت ہمارے سامنے یہ سوال نہیں کہ مرزا صاحب نے جو الہامات شائع کیے، وہ صحیح تھے یا غلط، سچے تھے یا جھوٹے۔ سوال تو یہ ہے کہ خدائے قدوس نے جو الہامات ان پر ’’نازل‘‘ فرمائے ہمارے لیے ان کی قیمت کیا ہے؟ کیا ان کی مدد سے یا ان پر عمل کرنے سے مسلمانوں کی موجودہ سیاسی، اقتصادی اور تمدنی مشکلات کا خاتمہ ہو سکتا ہے؟

آج مسلمان جن روح فرسا مصائب سے دوچار ہیں ان میں دو سب سے اہم ہیں اوّلاً استعمار پرستانِ مغرب کی دسیسہ کاریاں اور دست درازیاں، ثانیاً افلاس اور اقتصادی بدحالی۔ کیا مرزا صاحب کے الہامات میں مسلمانوں کی ان دو مصیبتوں کا کوئی علاج مل سکتا ہے؟ ایک دنیا اس حقیقت کا اعتراف کر رہی ہے کہ مسلمان روبزوال ہیں اور ان کے زوال کا اصلی سبب بے زری نہیں، بلکہ رگوں میں خون کا سرد ہو جانا، لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سرد شدہ خون کو از سرِ نو گرمایا جائے۔ کیا مرزا صاحب کے الہامات مثلاً (۱) **ربنا العاج** (۲) بست روپیہ آنے والے ہیں (۳) پیٹ پھٹ گیا (۴) **شاتان تذبحان** وغیر ذالک کے ورد زبان کرنے یا ان پر عمل کرنے سے مسلمانوں میں شانِ کراری پیدا ہو سکتی ہے؟ جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ان کے تمام الہامات، ارشادات، ملفوظات اور تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ غلامی پر قناعت کرو اور دن رات انگریزی حکومت کے گن گاتے رہو۔ محکوموں کے درد کا مداوا یہ نہیں کہ انہیں غلامی کا سبق پڑھایا جائے۔ آج ہمیں مفلوج اور مجہول بنانے والے الہام کی ضرورت نہیں بلکہ ایسے الہام کی جو مردہ رگوں میں حیات پید کر سکے:

دنیا کو ہے اس مہدیٔ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار(۱۱)

جو نبوت قوم کے افراد کو آغوشِ غلامی میں سُلانے کی کوشش کرے وہ برگِ حشیش نہیں تو اور کیا ہے؟

الہامات شائع کرنے کے علاوہ دوسرا کارنامہ مرزا صاحب کا پیشگوئیاں شائع کرنا اور ان کو اپنی صداقت کا نشان ٹھہرانا ہے۔ کما قال

ہاں! نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ نا شناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار (مرزا قادیانی)

لیکن وہی سوال یہاں بھی درپیش ہے کہ ان متعدد پیشگوئیوں کے شائع کرنے سے جن میں اکثر و بیشتر پوری نہیں ہوئیں، مسلمانوں کو کیا دینی یا دنیاوی فائدہ پہنچا؟ ہاں مرزا صاحب کی جودتِ طبع کی داد ضرور دینی چاہیے کہ جب کسی پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کے بعد مریدانِ باصفا، اس کی وجہ ان سے دریافت فرماتے تھے تو وہ نہایت تسلی بخش جواب دے دیا کرتے تھے۔ مثلاً آتھم والی پیشگوئی اور محمدی بیگم والی پیشگوئیاں پوری نہ ہوئیں تو انہوں نے متشککین کی یہ کہہ کر تسلی کر دی کہ میری پیش گوئیوں میں عموماً ایک پہلو مخفی ہوتا ہے۔ جس شخص کے متعلق کی جاتی ہے اگر وہ دل میں ڈر جائے تو پیشگوئی التوا کے دفتر میں منتقل ہو جاتی ہے۔

اس جواب کو منطقی پیرایہ میں یوں بیان کر سکتے ہیں:

سوال: آتھم کو سزا کیوں نہیں ملی؟
جواب: وہ دل میں ڈر گیا تھا۔
سوال: اس کے دل میں ڈرنے کا کیا ثبوت ہے؟
جواب: کیونکہ اسے سزا نہیں ملی۔

یہ ہے قادیانی منطق! جس پر سوفسطائیوں کی ارواح بھی وجد کر رہی ہوں گی لیکن تعجب تو یہ ہے کہ اچھے خاصے تعلیم یافتہ احمدی بھی اس منطقی مغالطہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مرزا صاحب نے بہشتی مقبرہ کی تعمیر کا اعلان شائع کیا تو لامحالہ یہ اعتراض وارد ہوا کہ جناب! پھر تو ایمان اور

اعمال صالحہ کی ضرورت ہی نہ رہی۔ جس کسی نے بہشتی مقبرہ میں مدفون ہونے کا انتظام کرلیا اسے نجات کا سرٹیفکیٹ بلکہ یوں کہیے کہ بہشت کا پاسپورٹ مل گیا، تو آپ کے تعمیر کردہ بہشتی مقبرہ میں اور پاپایانِ روم کے ''تذکرۃ الغفران'' میں کیا فرق باقی رہا؟ سوال معقول تھا لیکن قربان جایئے مرزا صاحب کے ذہنِ رسا کے، جواب بھی تر شا تر شایا رکھا تھا۔ فرماتے ہیں:

''میں یہ تو نہیں کہتا کہ جو شخص اس مقبرہ میں مدفون ہوگا وہ بہشتی ہو جائے گا لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ بہشتی لوگ ہی اس مقبرہ میں مدفون ہوں گے۔''

سارے مریدانِ باصفا کی اس معقول جواب سے تسلی ہوگئی اور آج ''شیخ کلیسا'' کی یہ زندہ یادگار، زبانِ حال سے جملہ احمدیانِ کرام کو مژدۂ بہشت سنا رہی ہے۔ چنانچہ جائدادیں وقف ہو رہی ہیں، کتبے لگائے جا رہے ہیں اور ان کو دیکھ دیکھ کر ایمان تازہ ہو رہا ہے۔ سچ کہا ہے کسی عقل مند نے کہ ''یہ دنیا کبھی سادہ لوحوں سے خالی ہوئی ہے، نہ آئندہ کی اُمید ہے۔'' (۱۱)

سچ پوچھا جائے تو ہمیں مرزا صاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ نہ ان کو اسلامی تاریخ سے واسطہ تھا نہ مسیحیت کی تاریخ سے کوئی علاقہ۔ ان کی ساری عمر ''مثیلِ مسیح'' کا دعویٰ کرنے میں گزر گئی۔ لیکن انہیں آخر وقت تک یہ پتہ نہ چلا کہ میں کس مسیح کے مثیل ہونے کا دعویٰ کر رہا ہوں؟ آیئے مرزا صاحب کی معلومات کے اس پہلو کو بھی ذرا واضح کر دیں۔

جن لوگوں نے تاریخ یورپ اور اسلام اور مسیحیت کی تاریخ کا غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ موجودہ اناجیل یعنی عہد نامۂ جدید کا مسیح اور قرآن مجید کا مسیح دو مختلف اشخاص ہیں جن کو ایک دوسرے سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جس مسیح کا مذکور ہے وہ اللہ کے برگزیدہ رسول تھے اور ان کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ یہود کو رومیوں کی غلامی سے نجات دلائیں جیسا کہ شروع سے تمام انبیاء کا مقصد رہا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی لیکن اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے اپنی قوم کو درسِ حریت دیا۔

جس طرح تمام سلطنتوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو روا نہیں رکھ سکتیں کہ کوئی شخص محکوموں کو اس برگِ حشیش کا اُتار پلائے جو ازل سے شہنشاہیت کے دسترخوان سے رعایا کو مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ رومی حکومت بھی اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ جناب مسیح علیہ السلام قومِ یہود کو حریت کا سبق پڑھائیں، یا ان کے دل میں لیلائے آزادی سے ہمکنار ہونے کی تمنا پیدا کریں۔ پس حکومتِ وقت نے نہایت چابکدستی کے ساتھ علمائے یہود کو آلۂ کار بنایا اور ان کی مدد سے ''حکومت کے باغی'' کو کانٹوں کا تاج پہنا کر اپنی راہ سے ہٹا دیا۔

جب حکومت کو جنابِ مسیح کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ اصلی انجیل کو جو آرامی یا عبرانی زبان میں تھی اور جس میں یقیناً غیر اللہ کی غلامی سے نکلنے کی تاکید ہوگی، رفتہ رفتہ صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لیے نابود کر دیا اور اس کی جگہ مختلف شہروں میں مختلف ''انجیلیں'' پیدا کر دیں، جن کی تعلیماتِ مذہبی، حکومت کی منشاء کے مطابق تھیں۔ کلیسا کے مؤرخین نے اپنی کتابوں میں تقریباً ۱۵۰ انجیلوں کا ذکر کیا ہے جو یہود میں تشتت اور افتراق پیدا کرنے کے لیے حکومت کے ایماء سے مختلف اوقات میں مختلف لوگوں نے مرتب کیں۔ جب قسطنطین سریر آرائے (سلطنت ہوا تو اس کی) حکومت میں صلیب پرستوں کو عروج حاصل ہوا اور انہوں نے اپنی منشاء کے مطابق چار انجیلیں اور شاگردوں کے خطوط منتخب کر کے ''عہدِ جدید'' مرتب کر دیا جو آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ جس کا قدیم ترین نسخہ یونانی زبان میں پانچویں صدی عیسوی کا لکھا ہوا ملتا ہے۔ اس سے پہلے کا حال پردۂ خفا میں مستور ہے لیکن اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا

کہ جناب مسیح نے اگر کوئی کتاب اپنی قوم کو دی ہوگی تو وہ یونانی نہیں بلکہ عبرانی یا آرامی زبان میں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح کی انجیل کے اس رومن ایڈیشن میں آپ کو ایسی ایسی باتیں ملیں گے جو ہرگز ہرگز خدا کے کسی اولوالعزم نبی کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ مثلاً قیصر کا حق قیصر کو دو، میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہود کو رومی قوم سے سخت نفرت تھی لیکن اس انجیل کے مطالعہ سے یہ بات قطعاً ظاہر نہیں ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ رومی حکومت نے سچے مسیح اور سچی انجیل دونوں کو یہود کی نظروں سے اوجھل کر کے ایک خود ساختہ مسیح اور خود پرداختہ انجیل قوم کو دی۔ موجودہ انجیلوں کا مسیح تو ایک ''صوفی مسیحا'' نظر آتا ہے جو ترکِ دنیا پر اور تجرد اور غلامی پر قناعت پر زور دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں رومی حکومت کے لیے مفید تھیں۔ اب مرزا صاحب کو دیکھئے، آپ نے بھی برطانوی حکومت کی اطاعت کو جزوِ ایمان قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو برگِ حشیش پلانے کی سعی ناکام کی ہے۔ جس طرح موجودہ انجیل کا پیش کردہ مسیح رومی حکومت کا مطیع نظر آتا ہے اسی طرح موجود زمانہ کا ''مثیلِ مسیح'' برطانی حکومت کا مطیع نظر آتا ہے۔ لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مرزا صاحب مثیلِ مسیح تو ہیں مگر نقلی مسیح کے مثیل ہیں، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور نہ احادیث میں۔

واضح ہو کہ مرزا صاحب نے ایک مرتبہ ضلع گورداس پور کے ایسے افراد کی فہرست مرتب کی تھی جو اُن کی نظر میں ''وفادار'' نہ تھے اور حکومت کو ان کے متعلق معلومات بہم پہنچائی تھیں۔ مرزائیوں نے اکثر اوقات اپنے مرشد کی اس تعلیم پر عمل کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی ممالک میں احمدیت کے ان مبلغین کو ''برطانوی جاسوس'' سمجھا جاتا ہے۔ غالباً اسی اصولِ جاسوسی کے ماتحت مدیر سن رائز نے بھی حکومت کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ علامہ اقبال مسلمانوں کو درسِ حریت دے رہے ہیں اور ممکن ہے کہ ان کے پیغام کو پڑھ کر مسلمانانِ ہند اُن کے ہم خیال ہو جائیں۔

مدیر مذکور کو معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ موصوف خدا کے فضل و کرم سے، مرزائیوں کے اس فعل کو پر کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے۔ انھیں اس کی مطلق پروا نہیں اگر حکومت کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مسلمانوں کو بیدار کر رہے ہیں۔ یقیناً مسلمانوں کو بیدار کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ شاید مرزائیوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ مسلمانوں کو بیدار کرنا ہی علامہ موصوف کی زندگی کا واحد مقصد ہے۔ ''ولو کرہ الکافرون۔''

بیشک علامہ موصوف، اسلامی ممالک پر دولِ مغرب کے تسلط و اقتدار کو ناپسند کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مسلمان جس کے دل میں اسلام کی محبت ہے ایک لمحہ کے لیے بھی اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا کہ اسلامی ممالک، استعمار پرستانِ مغرب کی ہوس پرستی کا شکار ہو جائیں۔ ابھی چند روز کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان ارکانِ اسمبلی کے وفد نے جو وائسرائے کی خدمت میں حاضر ہوا تھا صاف لفظوں میں حکومت کو بتا دیا کہ مسلمانانِ ہند حکومت برطانیہ کی اس حکمتِ عملی کو جو فلسطین کے متعلق کارفرما ہے، سخت ناپسند کرتے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ خود حکومت برطانیہ بھی اس حقیقت سے آگاہ ہو چکی ہے کہ مسلمانانِ عالم اس استعماری پالیسی سے سخت بیزار ہو چکے ہیں۔ چنانچہ انگلستان کے بعض مدبرین اور امرائے سلطنت جن کے ناموں سے دنیا واقف ہے مسلمانوں سے دوستی پیدا کرنے کے لیے ایک انجمن بھی قائم کر چکے ہیں۔ اور حکومت کو بہت سے سیاسی مبصر اکثر متنبہ کرتے رہے ہیں کہ اسے مسلمانوں کے جذبات کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھانا چاہیے۔ لہٰذا مدیر ''سن رائز'' کو مطمئن رہنا چاہیے کہ علامہ موصوف یا مسلمانانِ ہند پر ان کی گیدڑ بھبکیوں کا مطلق کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔

تبصرہ نگار نے اس ریویو میں یہ بھی لکھا ہے کہ اقبال کے کلام میں شعریت نہیں ہے۔ ہمیں یہ الفاظ پڑھ کر مطلق

تعجب نہیں ہوا کیونکہ فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست والا مضمون ہے۔ جو لوگ مرزا صاحب کو سلطان القلم کہتے ہیں اور ''درثمین'' کے اشعار کو مزے لے لے کر پڑھتے ہیں، وہ بالِ جبریل یا ضربِ کلیم کے اشعار کی قدر و منزلت کس طرح کر سکتے ہیں۔

مدیر مذکور کا یہ کہنا کہ ڈاکٹر صاحب کے کلام میں تلخی پائی جاتی ہے۔ سو اس کے متعلق گزارش ہے کہ تلخی اور تلخ کامی جو ناکامی کا نتیجہ ہے، وہ تو کچھ قادیان ہی کے حصے میں آئی ہے۔ پرانی باتوں کو جانے دیجیے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اور سیدنا حضرت امیر قوم کے خطبات و ارشادات ہی کو دیکھ لیجیے جو ہر ہفتے (روزنامہ) الفضل اور (ہفت روزہ) پیغام صلح میں شائع ہوتے ہیں اور جن میں ایک دوسرے کے خلاف کیا کیا زہر اگلا جاتا ہے۔ کیا مدیر ''سن رائز'' چاہتے ہیں کہ ہم انھیں ''اوبذات فرقۂ مولویان'' اور ''ذریت البُغایا'' جیسی نادر ترکیبیں از سرِ نو یاد دلائیں؟

اس بات کا تو دشمنوں کو بھی اعتراف ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے کلام میں بشارت ہے، اُمید ہے، جوش ہے، پاکیزگی ہے، مسرت ہے، مختصر یہ کہ نوید حیات ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اگر احمدیت کو بے نقاب کیا ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ اسے اسلام کی سیاسی طاقت کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں بلکہ وہ اسے اسلام کی وحدت کے لیے ضرور مضرت رساں خیال فرماتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے بھولے بھالے مسلمانوں کو اسلام کے لباس میں جلوہ گر ہو کر راہِ راست سے ورغلایا۔ انہوں نے یہ کہہ کر ناواقف مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کی کہ میں کسرِ صلیب کے لیے مبعوث ہوں حالانکہ وہ خود مدۃ العمر صلیب پرستوں سے دادِ وفاداری طلب کرتے رہے اور اس مطلب کے چند الہام بھی شائع کیے۔ مگر افسوس کہ کچھ قدردانی نہ ہوئی۔ صلیب کی مخالفت مگر صلیبی قوتوں کی حمایت کیسا عجیب فلسفہ ہے۔ گلگلے کھانا مگر تیل سے پرہیز کرنا غالباً ایسے ہی موقعوں کے لیے کہا گیا ہو گا۔ اگر انہیں یورپین تاریخ سے واقفیت ہوتی تو شاید اس قسم کا دعویٰ کرنے کی زحمت گوارا نہ فرماتے کیونکہ ظاہری اور معنوی دونوں پہلوؤں سے یہ کام خود یورپ ہی نے مرزا صاحب کی پیدائش سے پہلے سرانجام دے دیا تھا۔

معنوی رنگ میں کسر کا دور اٹھارویں صدی میں شروع ہوا جب خود عقلائے یورپ نے ریفارمیشن کے بعد مسیحیت کے خلافِ عقل اور مشرکانہ عقائد کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا۔ تثلیث، تجسیم، کفارہ، ہبوط آدم، سرنوشت ازلی، معصومیتِ پوپ، استحالہ جوہری، عشائے ربانی، الوہیت مسیحی اور الہامِ انجیل سب کے پرخچے اڑا دیے اور انیسویں صدی میں تو اسٹراؤس نے یسوع کی شخصیت ہی کو (Myth) ثابت کر دیا اور Baur نے تنقید بائبل کے اصول مدون کر کے اس ''الہامی مجموعہ'' کو بالکل پایۂ اعتبار سے ساقط کر دیا۔ آج یورپ اور امریکہ میں فی صدی ایک تعلیم یافتہ انسان بھی ان عقائد پر ایمان نہیں رکھتا اور خود کلیسائی عہدہ داروں کو اس تلخ حقیقت کا اعتراف ہے۔ ظاہری رنگ میں کسرِ صلیب کا نظارہ خود بیسویں صدی میں ہماری آنکھوں نے دیکھ لیا جبکہ بالشویکوں نے مسیحیت کو بہ یک بنی و دو گوش اور اس کے ساتھ ہی مذہب کو بھی اپنے ملک سے خارج کر دیا۔

کردہ ام اندر مقاماتش نگہ
لا سلاطیں لا کلیسا لا الٰہ (۱۳)

الغرض کسرِ صلیب تو جس حد تک کی، یورپ نے کی۔ ہمارے مرزا صاحب نے کیا کیا؟ ہماری دانست میں انہوں نے اگر کچھ کیا تو یہ کہ مسلمانوں کو جناب مسیح کی قبر کا پتہ بتا دیا۔ حالانکہ وہ قبر جناب مسیح کی نہیں بلکہ بوز آسف کی ہے جو بدھ مذہب کا ایک سرگرم مبلغ تھا۔ مرزا صاحب نے بوز کو بیک جُنبشِ قلم ''یوز'' بنا دیا اور ''یوز'' کا سلسلہ یسوع سے ملا دیا۔ (۱۴)

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی قوم پر غلامی مسلط ہو جاتی ہے تو اس کے افراد کی زندگی کے ہر شعبہ میں کاہلی، تن آسانی اور بزدلی پیدا ہو جاتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم زندگی کی کشمکش میں حصہ لینے اور اس کی مشکلات کا مقابلہ کرنے سے گریز کرتی ہے چنانچہ آپ مسلمانوں کے گزشتہ تین چار سو سالوں کے آرٹ، لٹریچر، مذہب اور تصوف کا مطالعہ کر لیجیے، یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح آشکار ہو جائے گا۔

ہندی مسلمانوں کو شاعری وہ پسند آتی ہے جس میں خلافِ عقل باتیں بیان کی گئی ہوں، جن کو حقیقت اور واقعیت سے کوئی سروکار نہ ہو۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ اپنی شاعری میں حقائق کائنات بیان کرتا ہے یا انہیں حقائقِ زندگی کی طرف بلاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ شاعری تو نثر کی طرح روکھی پھیکی ہے، شاعری ہی نہیں ہے۔ تصوف اور مذہب کی وہ تاویل پسند آتی ہے جو ان کے لیے ترکِ دنیا اور تن آسانی کا جواز پیدا کر سکے اور مسیحِ موعود اور مہدی معہود کے ظہور کے انتظار میں زندگی بسر کرنے کا موقع دے سکے۔

تحریکِ احمدیت، اسلامیانِ ہند کی اس غیر اسلامی ذہنیت کی پیداوار اور اُن کے انحطاط پر ایک روشن شہادت ہے۔ یہ ان کے زوال کی جیتی جاگتی تصویر ہے جو آج ہمیں نظر آرہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس تحریک کا تمام تر خلاصہ اور مقصد ہی یہ ہے کہ زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا جائے اور اغیار کی غلامی کو موجبِ رحمت سمجھا جائے۔

اس خاص قسم کی نبوت کی غرض و غایت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں کو برگِ حشیش کے جام پلائے جائیں اور ان کو ایسی خواب آور گولیاں، مذہب کے ورق میں لپیٹ لپیٹ کر کھائی جائیں کہ وہ اپنی ذلت اور نکبت، محکومی اور غلامی، پستی اور خواری کسی چیز کا احساس ہی نہ کر سکیں۔ اگر میرا یہ قول باور نہ ہو تو تحریکِ احمدیت کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجیے۔ سوال یہ ہے کہ اس تحریک نے مسلمانوں کو اپنی حالت کے سنوارنے کا، اپنی سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی مشکلات دور کرنے کا اور دنیا میں عزت اور شرافت کی زندگی بسر کرنے کا کیا طریقہ سکھایا ہے؟

اگر آپ مرزا صاحب کی تعلیمات کے ساتھ علامہ اقبال کے کلام اور ان کے روح افروز پیغام کا مقابلہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیائے اسلام کے اس عدیم المثال شاعر کے سامنے، سرزمین پنجاب کا یہ ''نبی'' ادعائے وحی و الہام اور پچاس الماری کتابوں اور لایعنی پیشگوئیوں کے باوجود، کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ان دونوں میں موازنہ چہ معنی دارد، دور کی بھی نسبت نہیں ہے، ایک اپنی قوم کو آزادی اور سربلندی کا درس دے رہا ہے، دوسرا اسے غلامی اور رسوائی کے قعرِ مذلت کی طرف لے جا رہا ہے۔ (۱۵)

آج مسلمانوں کے لیے جو مسائل، موت و زیست کا حکم رکھتے ہیں وہ یہ نہیں کہ مسیح مر گئے یا زندہ ہیں، اور مرزا غلام احمد قادیانی مثیلِ مسیح ہیں یا نہیں بلکہ یہ کہ غلامی زنجیریں کیونکر کٹیں، اور استعمار پرستانِ مغرب کے چنگل سے رہائی کیونکر نصیب ہو۔ جو نبی اس غلامی کو رحمت قرار دیتا ہو، اس کی تعلیمات میں، مسلمانوں کی موجود مشکلات کا حل تلاش کرنا ایسا ہی ہے، جیسے ''چیل کے گھونسلے میں ماس'' تلاش کرنا۔

یہ پیشگوئی کہ تین سو سال کے بعد تمام دنیا احمدی ہو جائے گی مسلمانوں کے موجود مصائب کا خاتمہ نہیں کر سکتی۔ پس میں تمام احمدیوں کو مخلصانہ طور پر نصیحت کرتا ہوں کہ اگر وہ اسلام کے دوست ہیں، جیسا کہ وہ بیان کرتے ہیں تو برائے خدا پنجاب کے بھولے بھالے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرمائیں اور انہیں غلامی کا سبق پڑھانے سے باز آجائیں۔

مسلمان بہت دنوں تک خوابِ غفلت میں سوتے رہے اور دشمنوں کو دوست سمجھتے رہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اقبال کے کلام میں حیاتِ تازہ کا سامان تلاش کریں۔ اقبال شاعر نہیں بلکہ مسیحا ہے۔ اس کا کلام مردہ دلوں کی زندگی بخشتا ہے اور اس کا پیغام فی الحقیقت اسلام ہی کا پیغام ہے۔ اسی لیے وہ کہتا ہے:

از تب و تابم نصیبِ خود بگیز
بعد ازیں ناید چو من مردِ فقیر(۱۶)

حواشی

۱۔　کلیاتِ اقبال صفحہ: ۷۷۳

۲۔　کلیاتِ اقبال صفحہ: ۶۴

۳۔　خواجہ کمال الدین جو (امیر جماعتِ احمدیہ لاہور، مولوی محمد علی لاہوری کے دستِ راست اور (مرزا قادیانی) کے نہایت معتمد اور راور وفادار مریدوں میں سے تھے، اپنی کتاب ینابیع المسیحیت کے ضمیمہ موسومہ اسلامی اصولِ جنگ میں رقم طراز ہیں: ''بعض اوقات ایسی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ انسان کے لیے اپنے دین کی حمایت میں تلوار اٹھانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ جنابِ مسیح کو اپنی قوم کی غلامی کا احساس تکلیف نہیں دیتا تھا؟ اور اگر انہیں موقع ملتا تو کیا وہ اپنی قوم کی بہبود کے لیے مدافعانہ جنگ کا اعلان نہ کرتے؟ اسی کو دوسرے لفظوں میں جہاد کہتے ہیں۔'' پس معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے ایک قابل اور تعلیم یافتہ مرید جنھوں نے برسوں اپنے مرشد کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کیا تھا، بھی اسلامی جہاد کو جائز سمجھتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے مذہب کی حمایت میں تلوار اٹھا سکتا ہے۔

ہماری رائے میں مناسب ہے کہ قادیانی اور لاہوری فریق پہلے آپس میں تبادلۂ خیال کر کے یہ فیصلہ کر لیں کہ خواجہ صاحب کا نظریہ مسلکِ احمدیہ کے مطابق ہے یا مخالف۔ (مصنف)

۴۔　کلیاتِ اقبال صفحہ: ۱۱۰

۵۔　کلیاتِ اقبال صفحہ: ۸۲۰

۶۔　بعد میں اقبال نے یہ مصرع یوں بدل دیا: تا کجا باشی بہ بندِ اہرمن، کلیاتِ اقبال صفحہ: ۸۳۳

۷۔　کلیاتِ اقبال صفحہ: ۸۳۳

۸۔　کلیاتِ اقبال صفحہ: ۸۴۲

۹۔　کلیاتِ اقبال صفحہ: ۸۱۱

۱۰۔　کلیاتِ اقبال صفحہ: ۵۱۸

۱۱۔　کلیاتِ اقبال صفحہ: ۵۰۶

۱۲۔　لیکن اس قسم کی ایجاد کا سہرا بھی مرزا صاحب کے ایک پیشرو مختار کے سر پر ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے جنگ کی تھی اور اور اس طرح حامیانِ آلِ علی کی ہمدردی اسے حاصل ہوگئی تھی۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر اس نے ایک نئے فرقہ کی بنیاد ڈال دی جسے تاریخ میں کیسانیہ کا نام دیا گیا ہے۔ مختار نے مامور من اللہ اور ملہم ربانی ہونے کا دعویٰ کیا اور بہت سے سادہ لوح اس کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ آگے چل کر اس نے

پیشگوئیوں کا سلسلہ بھی شروع کیا جن میں سے اکثر پوری نہیں ہوئیں۔اس پر اس کے بعض منچلے مریدوں نے اس سے سوال کیا کہ حضرت! یہ کیا بات ہے کہ آپ فلاں پیشگوئی، جس کے متعلق آپ نے نہایت وثوق کے ساتھ کہا تھا کہ ضرور پوری ہو گئی، پوری نہ ہوئی؟ مختار نے کہا میں دو دن کے بعد اس سوال کا جواب دوں گا۔سوال مشکل تھا لیکن مختار کے جودت مآب دماغ نے عین وقت پر اس کی امداد کی اور جو جواب اس نے دیا وہ آج شیعہ علم کلام کا ایک اہم مسئلہ سمجھا جاتا ہے جسے بَدا کہتے ہیں۔وہ یہ تھا کہ خدا پہلے ایک کام کا ارادہ کرتا ہے اور اس سے اپنے مقربینِ بارگاہ کو مطلع کر دیتا ہے لیکن پھر کسی وجہ سے ارادہ بدل دیتا ہے، اس لیے وہ بات پوری نہیں ہوتی اور محدود الفہم انسانوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔(مصنف)

۱۳۔　　کلیاتِ اقبال صفحہ: ۸۱۵

۱۴۔　　اب رہا مرزا صاحب کا یہ فرمانا:

چوں مرا نُورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابنِ مریم نام من بنہادہ اند

یعنی آپ نے اپنے نزول کا دوسرا مقصد یہ قرار دیا ہے کہ آپ کی تعلیم سے مسیحی لوگ اسلام کی طرف مائل ہوں گے اور ہندوستان میں ''یدخلون فی دین اللّٰہ'' کا نظارہ دوبارہ دیکھنے میں آئے گا۔تو اس کے متعلق عرض ہے کہ عیسائیوں کی تعداد میں کمی ہونے کے بجائے رات دن اضافہ ہی ہو رہا ہے، دور جانے کی ضرورت نہیں، مرزا صاحب کے ضلع گورداس پور میں، گزشتہ ۴۵ سال میں عیسائیوں کی مردم شماری میں جو اضافہ ہوا ہے، ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔چونکہ انہوں نے ۱۸۹۱ء میں مامور اور مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا اس لیے اسی سنہ سے شروع کرتے ہیں:

۱۸۹۱ء میں عیسائیوں کی تعداد ۲۴۰۰ تھی۔

۱۹۰۱ء میں آپ نے نبی ہونے کا اعلان کیا اور ''ایک غلطی کا ازالہ'' شائع فرمایا تو ان کی تعداد ۴۴۷۱ ہوگئی۔

۱۹۱۱ء میں آپ کی نبوت کے بعد ان کی تعداد ایک دم ۱۳۳۶۵ ہوگئی۔

۱۹۲۱ء میں غالباً فیضانِ نبوت کی بدولت ۳۲۸۳۲ اور ۱۹۳۱ء میں ۴۳۲۴۵ ہوگئی (مصنف)

۱۵۔　　اس جگہ اس امر کی صراحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ علامہ موصوف نے مخاطبہ و مکالمہ الٰہیہ کا کبھی دعویٰ نہیں کیا اور نہ انہوں نے یہ کہا کہ مجھے الہام ہوتا ہے۔وہ صرف اپنے ضمیر کی آواز پر عمل کرتے ہیں اور ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہوگی کہ وہ کس قدر صداقت، صفائی، خلوص اور دیانت داری کے ساتھ اپنے ضمیر کی آواز پر عمل کرتے ہیں اور جس چیز کو وہ حق سمجھتے ہیں اسے لگی لپٹی رکھے بغیر علانیہ صاف صاف لفظوں میں بیان کر دیتے ہیں۔(مصنف)

۱۶۔　　کلیاتِ اقبال صفحہ: ۸۲۱

جاری ہے

☆......☆......☆

ادارہ

اخبار الاحرار

قادیانیوں کے بارے میں امریکی رپورٹ مسترد

لاہور (۲؍مارچ ۲۰۱۴ء) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے امریکی ارکان کانگریس کی طرف سے ''کاکس'' نامی گروپ کی تشکیل اور پاکستان سمیت مختلف اسلامی ممالک میں قادیانیوں کے خلاف قوانین کو ختم کرنے کے لیے دباؤ بڑھانے کی مہم کا سخت نوٹس لیتے ہوئے اسے مسترد کیا ہے اور پاکستان کی وزارت خارجہ سے بھی کہا ہے کہ وہ پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلے کا دفاع کرے اور امریکی دباؤ کو مسترد کرنے کا واضح اعلان کرے۔ انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کے سربراہ مولانا عبدالحفیظ مکی، مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی، مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ پنجاب کے صدر مولانا محمد الیاس چنیوٹی، جمعیت علماء اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبدالرؤف فاروقی، قاری شبیر احمد عثمانی، تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر حافظ محمد عاکف سعید، مرزا محمد ایوب بیگ، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے نائب امیر مولانا محمد شفیق پسروری، جمعیت علماء اسلام (ف) کے سیکرٹری اطلاعات مولانا محمد امجد خان، جماعت اسلامی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، اور کئی دیگر رہنماؤں نے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ قادیانیوں کی سرپرستی اور ان کے حقوق کی جنگ لڑنے کے لیے امریکی ارکان کانگریس کی سفارش کو پوری قوت سے ناکام بنا دیا جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ یہ پاکستان سمیت دیگر مسلم ممالک کے اندرونی و مذہبی معاملات میں بے جا اور جارحانہ مداخلت ہے جسے ہم مسترد کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ امریکہ سمیت دنیا کی کوئی طاقت قادیانیوں کو مسلمانوں کی صفوں میں شامل نہیں کر سکتی۔ متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنونیر عبداللطیف خالد چیمہ نے پریس بریفنگ میں کہا کہ مرزا قادیانی کے ماننے والے خود کو امت مسلمہ سے الگ کر چکے ہیں، لاہوری و قادیانی مرزائی قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں دائرہ اسلام سے خارج ہیں 1974ء کی پارلیمنٹ نے قادیانی جماعت کو جرح کا پورا حق دیا اور پھر متفقہ طور پر لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اب امریکہ ہم سے ہمارا عقیدہ چھیننا چاہتا ہے جسے کسی صورت برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ دینی جماعتیں اور تمام مکاتب فکر عقیدۂ ختم نبوت کی مضبوط ترین قدر مشترک پر اکٹھی ہیں اسی لئے عالمی استعمار اور کفر اس عقیدے پر وار کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومتی سطح پر امریکی بیان کا نوٹس لے کر جواب دینا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھٹو مرحوم نے اپنے آخری ایام اسیری کے دوران اڈیالہ جیل میں ڈیوٹی آفیسر کرنل (ر) رفیع الدین سے کہا تھا کہ ''قادیانی پاکستان میں وہی مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے''۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ قومی سلامتی کا فوری تقاضا ہے کہ پاکستان امریکی مفادات کی جنگ سے باہر نکلے اور ہر سطح پر امریکی مداخلت کو مسترد کرے اسی میں خیر ہے۔

شہداء ختم نبوت کانفرنس لاہور

لاہور (۳؍مارچ ۲۰۱۴ء) تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت 1953ء کے دس ہزار شہداء کی یاد میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ''ایوان احرار'' نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی صدارت میں منعقدہ ''شہداءِ ختم نبوت کانفرنس'' کے مقررین نے کہا ہے کہ 1953ء کے شہداء نے اپنے مقدس خون سے عقیدۂ ختم نبوت کی آبیاری کی اور شہداء جنگ یمامہ کی یاد تازہ کر دی، کانفرنس سے جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم مولانا فضل رحیم، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث مولانا انوار الحق،

پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہدالراشدی، مجلس احرارِاسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، اہلسنت والجماعت پنجاب کے صدر مولانا محمد اشرف طاہر، جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا محبّ النبی اور حافظ نصیر احمد احرار، تنظیم اسلامی کے ظہور احمد بھٹہ، ممتاز دانشور و صحافی اسرار بخاری اور حافظ شفیق الرحمٰن، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے رابطہ سیکرٹری قاری محمد رفیق وجھوی، علامہ محمد ممتاز اعوان، عرفان محمود برق، سابق قادیانی مُربی نذیر احمد، مجلس احرارِاسلام سندھ کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی، مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی، حافظ محمد نعمان، حافظ محمد عفان، مولانا تنویر الحسن، قاری محمد قاسم تحریک طلباء اسلام پاکستان کے کنوینئر محمد قاسم چیمہ اور دیگر مقررین نے شرکت و خطاب کیا۔ قائد احرار سید **عطاء المہیمن بخاری** نے صدارتی خطاب میں کہا کہ قومی سلامتی اور ملکی بقاء صرف اور صرف نفاذِ اسلام سے وابستہ ہے اور تمام مکاتب فکر توحید و ختم نبوت کی قدرِ مشترک پر ایک ہیں، انہوں نے کہا کہ قادیانی ریاستی رِٹ کو مسلسل چیلنج کر رہے ہیں اور حکومت مسلسل ان کی سرپرستی کر رہی ہے جبکہ پارلیمنٹ لاجز کو زناکاری اور شراب و کباب کے اڈوں میں تبدیل کرنے والے ہم پر حکمرانی کر رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ قراردادِ مقاصد اور 1953ء کے آئین پر عمل درآمد کے بغیر استحکام وطن کے نعرے فریب اور دھوکہ ہیں اور دھوکہ دینے والے قومی مجرم ہیں چاہے وہ حزب اقتدار سے ہوں یا اپوزیشن سے **مولانا فضل الرحیم** نے کہا کہ تحفظ ختم نبوت کے لیے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کی جماعت کی خدمات ہمارا قومی اثاثہ ہے، مجلس احرار نے محدث العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری مرحوم کے مشن کو آگے بڑھایا اور ایسے جفاکش تیار کئے جنہوں نے قادیانیت کے قلعے میں دراڑیں ڈال دیں۔ **مولانا انوار الحق** نے کہا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا مثالی تعلق تھا، مجلس احرارِ اسلام اور دارالعلوم حقانیہ حُریت فکر کو اب بھی پروان چڑھا رہے ہیں، ملک کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے شہداء ختم نبوت 1953ء جیسا جذبہ پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے، **مولانا زاہد الراشدی** نے کہا کہ قادیانیوں کی سرپرستی کے لیے امریکی ارکان کانگریس نے ''کاکس'' نامی گروپ تشکیل دیا ہے تاکہ امتناع قادیانیت جیسے قوانین پر اثر انداز ہو کر تبدیل کرایا جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ اور عالم کفر اکٹھا ہو جائے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور امتناع قادیانیت ایکٹ کو تبدیل نہیں کرواسکتے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات تو تحریک ختم نبوت 1953ء کے بعد جسٹس منیر انکوائری رپورٹ میں طے ہوگئی تھی کہ قادیانیوں کا اصل سرپرست امریکہ ہی ہے، ہم جانتے ہیں کہ عالمی استعمار اور عالمی ادارے قادیانیت کو پوری طرح پروموٹ کر رہے ہیں وہ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ قادیانیوں کو مسلمانوں کی صفوں میں لاکھڑا کریں گے، **عبداللطیف خالد چیمہ** نے کہا کہ شہداءِ ختم نبوت نے اپنے خون سے ہمارے راستے کی مشکلات کو آسان کر دیا ہے، جن لوگوں نے تحریک 53ء کو کچلا ان کو زندگی بھر چین نصیب نہ ہوا۔ **سید محمد کفیل بخاری** نے کہا کہ مجلس احرارِ اسلام اپنے ماضی کی روایات کے مطابق تمام مکاتب فکر کو عقیدۂ ختم نبوت کی قدر مشترک پر ایک اکائی دیکھنا چاہتی ہے۔ **حافظ شفیق الرحمٰن** نے کہا کہ مجلس احرارِ اسلام اور اکابر علماء حق نے برصغیر میں حُریت فکر کو اپنے خون اور قربانی سے جلا بخشی انگریز سامراج کا خوف عوام سے اتار پھینکا اور قادیانی فتنے کو انجام تک پہنچانے کے لیے اب بھی سرگرم ہے، احرار کے ماضی پر فخر کیا جاسکتا ہے، احرار اور تحفظ ختم نبوت لازم و ملزوم ہیں، انہوں نے کہا کہ 1953ء کی تحریک کے شہداء کے خون کے صدقے 1974ء کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور 1984ء میں امتناع قادیانیت ایکٹ بنا ان قوانین کا دفاع ہمارے ایمان کا تقاضا ہے، انہوں نے کہا کہ دینی جماعتوں کو میڈیا کے محاذ پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ **اسرار بخاری** نے کہا کہ قادیانی فتنے کی سرکوبی کے لیے صحافی برادری اپنا بھرپور کردار ادا کرتی رہے گی۔ یہ فتنہ اسلام اور وطن دونوں کا غدار ہے، کانفرنس کی قراردادوں میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت امریکی تسلط سے نکل کر قومی خودمختاری کو یقینی بنائے اور ملکی معیشت کو سود سے بلاتاخیر پاک کیا جائے نیز حکومت سود کے خلاف سپریم کورٹ میں اپنی نظر ثانی کی اپیل واپس لے۔ امتناع قادیانیت ایکٹ پر چناب نگر سمیت ملک بھر میں مؤثر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو آئینی

تقاضوں کے مطابق عملی شکل دی جائے اور مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے، قرار دادِ مقاصد، تمام مکاتب فکر کے متفقہ 23 نکات اور آئین پاکستان میں قرآن وسنت کو سپریم لاقرار دیے جانے کے عملی تقاضے پورے کیے جائیں، قادیانیوں کو اسلامی شعائر کے استعمال سے روکا جائے اور مساجد سے مشابہت رکھنے والی قادیانی عبادت گاہوں کی ہیت تبدیل کی جائے، تعلیمی نصاب میں عقیدۂ ختم نبوت کا نصاب شامل کیا جائے اور تعلیمی نصاب کے غیر اسلامی اور غیر اخلاقی حصے حذف کیے جائیں۔

یوم شہداء ختم نبوت ملتان

ملتان (۷؍مارچ ۲۰۱۴ء) تحریک مقدس ختم نبوت 1953 کے دس ہزار شہداء کی یاد میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام گزشتہ روز ملک بھر میں یوم شہداء ختم نبوت منایا گیا۔ قائد احرار مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے مسجد ختم نبوت دارِ بنی ہاشم میں یومِ شہدائے ختم نبوت کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 1953 کے شہداء ختم نبوت نے اپنے خون کی قربانی دے کر تحریک ختم نبوت کو جلا بخشی۔ 1974 کی پارلیمنٹ کا فیصلہ 1984 کا امتناع قادیانیت ایکٹ ترین کے شہداء کے خون کا صدقہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت تمام مکاتب فکر کے لیے مضبوط ترین قدر مشترک ہے اسی لیے عالم کفر اس عقیدے پر وار کر رہا ہے۔ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے کہا کہ امریکہ اور پورا عالم کفر تحفظ ختم نبوت سے متعلق قوانین ختم نہیں کرا سکتے۔ مجلس احرار اسلام کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے مختلف مقامات پر یوم شہداء ختم نبوت کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالمی استعمار ہمارے عقیدے پر وار کر رہا ہے۔ اس وقت دنیا میں جنگ عقیدے کی بنیاد پر لڑی جارہی ہے۔ انھوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ شہدائے ختم نبوت کے مشن کی تکمیل تک جدوجہد جاری رہے گی۔ انھوں نے کہا کہ شہداء ختم نبوت کی ارواح ہم سے مطالبہ کر رہی ہیں کہ وطن عزیز میں قیام امن اور نفاذ اسلام کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ انھوں نے طالبان کے ساتھ مذاکرات کے حوالے سے کہا کہ فریقین کو ملک وملت کے بہترین مفاد میں جنگ وجدل ختم کر کے سنجیدگی کے ساتھ مذاکرات کو آگے بڑھانا چاہیے۔

یوم شہداء ختم نبوت چیچہ وطنی

چیچہ وطنی (۷؍مارچ) تحریک ختم نبوت 1953ء کے دس ہزار شہداءِ ختم نبوت کے حوالے سے ''یوم شہداءِ ختم نبوت'' کا اجتماع دفتر احرار جامع مسجد چیچہ وطنی میں انجمن تحفظ حقوق شہریاں کے سرپرست شیخ عبدالغنی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر، محمد شفیع الرحمٰن (کراچی)، جماعت اسلامی کے رہنما حق نواز خان دُرانی، جمعیت علماء اسلام پنجاب کے ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات حافظ حبیب اللہ چیمہ، قاری محمد قاسم، مولانا منظور احمد، چودھری محمد اشرف، حافظ ظہور احمد، سردار محمد نسیم ڈوگر، حکیم حافظ محمد قاسم، قاضی عبدالقدیر، شاہد حمید، حافظ محمد سلیم شاہ، بھائی محمد رمضان ودیگر نے شرکت وخطاب کیا۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہداءِ ختم نبوت کے مشن کی تکمیل ہماری زندگی کا مقصد ہے، انہوں نے کہا کہ امریکی ارکان کانگریس فرینک وولف اور جیکی شپیئر نے کہا ہے کہ پاکستان، انڈونیشیا اور سعودی عرب سے قادیانیوں کے حوالے سے بنائے گئے قوانین ختم کروائیں گے، سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ قادیانیوں کا اصل سرپرست امریکہ ہے، انہوں نے کہا کہ امتناع قادیانیت جیسے قوانین پورا عالم کفر مل کر بھی ختم نہیں کروا سکتا، انہوں نے کہا کہ قادیانی آئین اور ریاست کے باغی ہیں جبکہ حکمران ربوہ میں اپنی رٹ قائم نہیں کر رہے اور ربوہ میں عالم اسلام کے خلاف سازشیں تیار ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جیکی شپیئر قادیانیوں کے ''کاکس گروپ'' کے علاوہ وہ امریکہ میں ہم جنس پرستوں کی شادی کی حمایت میں بننے والی تنظیم کی بھی رکن ہیں۔ شیخ عبدالغنی نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام شفاعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت ہے۔ حافظ محمد عابد مسعود نے کہا کہ شہداءِ ختم نبوت 1953ء کا اصل پیغام یہ ہے کہ فتنۂ ارتداد کے قلع قمع کے

لیے جدو جہد کو منظّم کیا جائے، حق نواز خان دُرانی نے کہا کہ حکومت اور طالبان کو ملکی مفاد میں مذاکرات ہی آگے بڑھانے چاہیئے اور حکومت کو طالبان اور حقیقی طالبان کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے، محمد شفیع الرحمٰن نے کہا کہ توحید و ختم نبوت اور اُسوۂ صحابہ کی روشنی میں امت کے اجماعی عقائد کا تحفظ ہمارا مقصد ہے، حافظ حبیب اللہ چیمہ نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے کسی جعلی نبی کی نبوت نہیں چل سکتی، علاوہ ازیں مبلغ ختم نبوت مولانا منظور احمد نے مرکزی مسجد عثمانیہ میں نماز جمعتہ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک وملت کے خلاف ہونے والی سازشوں کے پس منظر میں قادیانی ہیں، انہوں نے کہا کہ مجلس احرار شہداءِ ختم نبوت کی وارث جماعت ہے اور ہم اپنی وراثت کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کے لیے جدوجہد کرر ہے ہیں، انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے شہداءِ ختم نبوت کے خون سے ہاتھ رنگے ان کو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔

سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس لاہور

لاہور (۹/ مارچ) تحریک ختم نبوت 1953ء کے 10 ہزار شہداء ختم نبوت کی یاد میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب ناظم قاری محمد یوسف احرار کی میزبانی اور صدارت میں جامع مسجد ختم نبوت (مدرسہ ابی بن کعبؓ) ریس کورس گراونڈ چندرائے روڈ لاہور میں ”سالانہ ختم نبوت کانفرنس“ کے مقررین نے کہا ہے کہ شہداء ختم نبوت نے اپنے مقدس خون سے تحفظ ختم نبوت کی آبیاری کی اور کفر وارتداد اور اسلام کے درمیان نہ مٹنے والی لکیر کھینچ دی یہ لکیر قیامت تک امریکہ اور عالم کفر ختم نہیں کر سکتے انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، خطیب اسلام مولانا عبدالکریم ندیم (خانپور)، مولانا عبدالرشید ارشد (ڈیرہ غازی خان) مولانا علیم الدین شاکر، میاں محمد اویس، قاری محمد قاسم، چوہدری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ، اسرار بخاری اور دیگر نے شرکت وخطاب کیا۔ مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 67 سالوں میں حکمرانوں نے قیام ملک کے اصل مقصد نفاذ اسلام سے غداری کی اور قوم کو دھوکہ دیا جواب بھی دیا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مزار قائد کے حوالے سے جو خبریں آئی ہیں وہ شرمناک ہیں یہ سب کچھ سرکار کی نگرانی میں ہوا اور ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ کیا اس سے بانی پاکستان کی توہین نہیں ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ جمشید دستی نے حقائق بیان کیے جمشید دستی کی نفی کرنے والے کرپٹ حکمرانوں اور رولنگ کلاس کی حیاء باختہ سرگرمیوں کو تحفظ دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کا محاذ ہمارے ایمان وعقیدے کا محاذ ہے اس محاذ کی چوکیداری ہم کرتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار برصغیر میں تحریک ختم نبوت کی بانی جماعت ہے اس کی قربانیاں ہماری دینی وقومی تاریخ کا اثاثہ ہیں۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ امریکہ اور پاکستانی حکمران امتناع قادیانیت جیسے قوانین ختم نہیں کر سکتے۔ امریکہ نے کاکس نامی گروپ قائم کیا ہے تا کہ قادیانیوں کی سرپرستی کو آگے بڑھایا جا سکے، مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن توہین رسالت برداشت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ 1953ء میں 10 ہزار شہداء ختم نبوت کے قاتلوں کو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ 7 ستمبر 1974ء کی قرار داد اقلیت کو ختم کرنے کی سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ انہوں نے کہا کہ قرار داد اقلیت 1973ء کے آئین سے بھی زیادہ متفق علیہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے مذاکرات مخالف عناصر ملک دشمنی کے ساتھ ساتھ نواز شریف کی دشمنی بھی کرر ہے ہیں۔ مولانا عبدالکریم ندیم نے کہا کہ قرآن کریم کی ایک سوآیات دوسودس احادیث نبویؐ اور اجماع امت کے مطابق عقیدۂ ختم نبوت کے منکر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے قافلے نے حریت فکر پیدا کی اور انگریز کو برصغیر سے نکلنے کے لئے مجبور کر دیا۔ مولانا علیم الدین شاکر نے کہا کہ شہداء ختم نبوت پر گولیاں برسانے والے ساری عمر چین کی نیند نہ سو سکے۔ کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ سودی معیشت ختم کر کے اسلامی نظام معیشت رائج کیا جائے۔ ایک قرار داد میں مطالبہ کیا گیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے اور حکومت سپریم کورٹ سے سود کے حق میں دائر اپیل واپس لے۔

متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی کے رہنماؤں کی طرف سے امریکی رپورٹ مسترد

لاہور (۱۵؍ مارچ) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے امریکی حکومت کے مشاورتی پینل کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی کی سالانہ رپورٹ کو مسترد کرتے ہوئے اس مطالبے کو بے جا اور پاکستان کے اندرونی و مذہبی معاملات میں جارحانہ مداخلت قرار دیا ہے کہ ''قادیانیوں کے خلاف قوانین ختم کر دیئے جائیں''۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے مرکزی امیر مولانا عبدالحفیظ مکی، مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہدالراشدی، متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنونیئر عبداللطیف خالد چیمہ، جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور میاں محمد اویس، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے صدر مولانا محمد الیاس چنیوٹی اور قاری شبیر احمد عثمانی، جماعت اسلامی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، جمعیت علماء پاکستان (نورانی) کے سردار محمد خاں لغاری، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے نائب امیر رانا محمد شفیق خاں پسروری، تنظیم اسلامی پاکستان کے محمد ایوب بیگ اور دیگر رہنماؤں نے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ امریکی حکومت کے مشاورتی پینل کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی کی یہ تجویز اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کہ آئین میں تبدیلی کی جائے اور ان تمام قوانین کو ختم کیا جائے، جو قادیانیوں کے خلاف ہیں، پاکستان کی خودمختاری و سلامتی کے خلاف اور وطن عزیز کے اندرونی و مذہبی معاملات میں جارحانہ مداخلت ہے جسے ہم پوری قوت سے مسترد کرنے کا اعلان کرتے ہیں، اِن رہنماؤں نے کہا کہ قادیانی قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اِسی لیے 1974ء کی پارلیمنٹ نے اِن کو ملک کی ساتویں کافر اقلیت قرار دیا، انہوں نے کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت قادیانیوں کے ماتھے سے کفر کا ٹائٹل ختم نہیں کرا سکتی، متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنونیئر عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر مشترکہ و متفقہ طور پر لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو کافر قرار دے چکے ہیں، اب تو ہمارا اقوام متحدہ اور عالمی برادری سے مطالبہ ہے کہ وہ قادیانیوں کی پُشت پناہی ترک کردے اور قادیانیوں کو اسلام کا ٹائٹل استعمال کرنے سے روکے! انہوں نے کہا کہ امریکہ، یورپی یونین، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور دیگر ادارے مل کر بھی قادیانیوں کو مسلمانوں میں شامل نہیں کر سکتے، انہوں نے کہا کہ مرزا قادیانی کو نبی مان کر قادیانی خود کو اُمت مسلمہ سے الگ کر چکے ہیں، جب یہ خود الگ ہو چکے ہیں تو پھر مسلمانوں میں شمار کرانے پر مُصر کیوں ہیں؟، انہوں نے مزید کہا کہ پنجاب یونیورسٹی کے تعلیمی نصاب برائے ایم اے اسلامیات پارٹ ٹو میں قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کو بطور مسلمان سائنسدان شامل کرنا قرآن وسنت کی توہین اور آئین پاکستان سے صریحاً غداری کے مترادف ہے اس کے ذمہ داروں کے خلاف فوری تادیبی کارروائی کی جائے، انہوں نے کہا کہ امریکی مطالبے کو حکومت سطح پر مسترد کیے جانا بھی ضروری ہے۔

قادیانیوں کے حق میں امریکی رپورٹ ہمارے معاملات میں مداخلت ہے

چیچہ وطنی (۱۷؍ مارچ ۲۰۱۴ء) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ دینی مدارس کو قومی دھارے میں لانے کے نام پر کوئی پابندی ہرگز قبول نہیں کریں گے، اپنی وضع قطع کے ساتھ اپنے نصاب پر ہی کاربند رہیں گے اور امریکی ایجنڈے کے راستے میں ہر ممکن رکاوٹ ڈالتے رہیں گے، مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی کے نائب صدر چودھری محمد اشرف کے فرزند محمد زعیم اشرف کی دعوت ولیمہ میں شرکت کے بعد احرار میڈیا سنٹر چیچہ وطنی میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجلس احرارِ اسلام اور اس کے ماتحت ادارے وفاق المدارس العربیہ کے فیصلوں اور پالیسی کی مکمل تائید و حمایت جاری رکھیں گے اور مدارس کی آزادی و خودمختاری پر کسی قسم کی کوئی قدغن برداشت نہیں کی جائے گی، عبداللطیف خالد چیمہ نے اِس موقع پر کہا کہ مذاکرات دشمنی وہی کر رہے ہیں جن کو امن سے دور کا بھی واسطہ نہیں! انہوں نے امریکی حکومت کے مشاورتی پینل کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی کی طرف سے پاکستان میں توہین مذہب ایکٹ پر تنقید کو مسترد کرتے

ہوئے کہا کہ پاکستان کے آئین سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے والی شق حذف کرنے کا مطالبہ نہ صرف شر انگیز ہے بلکہ ہمارے اندرونی و مذہبی معاملات میں جارحانہ مداخلت کے مترادف ہے، انہوں نے کہا کہ پنجاب یونیورسٹی کے تعلیمی نصاب برائے ایم اے اسلامیات ٹو میں قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کو بطور مسلمان سائنسدان مینشن کرنا قرآنی احکامات اور آئین پاکستان کی صریحاً نفی ہے اس کے ذمہ داران کے خلاف قانون کے مطابق تادیبی کاروائی کی جائے۔

وفاق المدارس العربیہ کی مکمل حمایت کرتے ہیں (مجلس احرار اسلام)

ملتان (۲۰ / مارچ ۲۰۱۴ء) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ قائد احرار مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی تحفظ مدارسِ دینیہ کانفرنس ملتان سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ قومی سلامتی کی مجوزہ پالیسی مدارس دینیہ کی بہتری کی بجائے تباہی کے لیے ہے۔ مدارس کے حوالے سے سرکاری اقدامات اور پراپیگنڈہ منفی ہیں۔ اس کے ازالے اور تدارک کے لیے تمام مکاتب فکر کے تعلیمی وفاقوں کو اپنا اصلی اور کھرا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا علمی نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتا ہے اور ہم شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے فکر سید احمد شہید کی تحریک حریت اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کے کردار کے وارث ہیں۔ حکمران مدارس کے حوالے سے حکومتی اقدامات پر تحفظات دور کرنے کی بجائے تحفظات مطلقاً ہٹانے کے لیے اقدامات کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ انھوں نے کہا کہ مدارس دینیہ اسلام کے قلعے ہیں۔ ''وفاق المدارس العربیہ'' کی ''تحفظ مدارس دینیہ اور پیغام امن کانفرنس ملتان'' نے ثابت کر دیا ہے کہ دینی قوتیں امن وسلامتی کی داعی ہیں ہمارا ایجنڈا اللہ کی مخلوق کو آسمانی تعلیمات سے جوڑنے کے سوا کچھ نہیں اور اسی میں خیر ہے۔ وفاق المدارس خیر کی علامت ہے اور اس کے مخالف شر کی نمائندے ہیں۔ شر کی قوتوں سے نمٹنے کے لیے استعماری ایجنڈے کو ترک کر کے خیر و سلامتی کے ایجنڈے تلے جمع ہونا چاہیے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان وفاق المدارس العربیہ کی ہر دم ممد و معاون رہے گی۔ وفاق المدارس کی کانفرنس میں قائد احرار کے ساتھ سید محمد کفیل بخاری اور مولوی سید عطاء المنان بخاری بھی شریک ہوئے۔

سالانہ عظمت قرآن اور شہداء ختم نبوت کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ

ٹوبہ ٹیک سنگھ (۲۳ / مارچ ۲۰۱۴ء) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ اور مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ مجلس احرار اسلام دینی مدارس کے تحفظ کی جدوجہد میں علماء کے شانہ بشانہ اور قدم بہ قدم ساتھ دے گی۔ قرآن کریم اور حدیث پاک کی تعلیم، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء اور دینی تہذیب واخلاق کا چراغ انہی دینی مدارس نے روشن رکھا ہے۔ وہ مدینہ مسجد، مدرسہ انوارِ ختم نبوت میں سالانہ عظمت قرآن اور شہداء ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام، شہداء ختم نبوت کے پیغام کو ملک کے قریہ قریہ اور بستی بستی پہنچائے گی۔ یہ ہمارا دینی فریضہ بھی ہے اور جماعتی ذمہ داری بھی۔ کانفرنس کی صدارت مجلس احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے صدر حافظ محمد اسماعیل نے کی۔ کانفرنس سے مولانا قاری محمد ارشد، مولانا عبیدالرحمٰن زاہد، سید سرفراز الحسن شاہ اور دیگر علماء نے بھی خطاب کیا۔

دو روزہ سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

چناب نگر (۲۸ / مارچ ۲۰۱۴ء) تحریک ختم نبوت 1953ء کے دس ہزار شہداء کی یاد میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام چناب نگر کی جامع مسجد احرار میں قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی زیر صدارت 36ویں دو روزہ سالانہ ''شہداء ختم نبوت کانفرنس'' گزشتہ سہ پہر اختتام پذیر ہوگئی، کانفرنس سے مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، مرکزی سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، انٹرنیشنل ختم نبوت کے نائب امیر قاری شبیر احمد عثمانی، مفتی طاہر مسعود (سرگودھا)، مولانا لطف اللہ لدھیانوی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا محمد ادریس چنیوٹی، مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی (فیصل آباد)،

قاری عبدالکریم ندیم (چنیوٹ) مولانا ملک خلیل احمد اشرفی اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ شہداء ختم نبوت کو خراج تحسین پیش کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ عالمی کفر اور عالمی جبر کا راستہ روکا جائے اسی طرح جس طرح شہداء جنگ یمامہ اور شہداء 1953ء نے روکا تھا، انہوں نے کہا کہ مارشل لاء کا جبر سب سے پہلے تحریک ختم نبوت 1953ء پر آزمایا گیا اور مال روڈ کو لہولہان کر دیا گیا، شہداء کے قاتلوں کو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اس ملک میں عدم استحکام اور افراتفری وانتشار اور اقتصادی بدحالی وبدامنی کے ذمہ دار وہ حکمران ہیں جنہوں نے 67 سالوں میں اسلام کے نظام ریاست وسیاست کے عملاً نفاذ سے انحراف برتا اور قیام ملک کے اصل مقصد سے غداری کی، انہوں نے کہا کہ طالبان کے ساتھ کامیاب مذاکرات ہی پرامن اور خوشحال پاکستان کی ضمانت ہے جو لوگ مذاکرات سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں یا طالبان سے لڑائی کی بات کرتے ہیں وہ پاکستان کے دشمن ہیں۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ فتنۂ ارتداد مرزائیہ امریکہ کی سرپرستی میں پھر سر اٹھا رہا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن توہین رسالت برداشت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی یہ پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ قائداعظمؒ قادیانیوں کو مسلمان سمجھتے تھے یہ قائداعظمؒ پر بہتان ہے قائداعظمؒ منکرین ختم نبوت وقادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے جبکہ علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں اور یہ سب کچھ تاریخ کے ریکارڈ پر موجود ہے، انہوں نے الزام عائد کیا کہ پنجاب کا ایک صوبائی وزیر لندن میں مرزا مسرور احمد کے رابطے میں ہے اور وہ پاکستان خصوصاً پنجاب میں قادیانیوں کی دہشت گردی اور ملک دشمن سرگرمیوں کی سرپرستی کر رہا ہے، انہوں نے کہا کہ امریکہ قانون توہین اور قادیانی ایکٹ کے خاتمے کیلئے این جی اوز کو بھاری رقوم تقسیم کر رہا ہے اور مکالمہ بین المذاہب کے نام پر مذہبی لوگوں کو تقسیم کر رہا ہے۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ حکومت کو امریکی کانگریس کے ارکان اور ''کاکس'' نامی گروپ کی طرف سے قادیانیوں کے حوالے سے دباؤ کو سرکاری سطح پر مسترد کرنے کا باضابطہ اعلان کرنا چاہیے، انہوں نے کہا کہ دینی مدارس، مساجد اور دینی جماعتیں امریکی واستعماری ایجنڈے کے راستے میں رکاوٹ اور دیوار ہیں اس رکاوٹ کو ختم کرنے والے خود ختم ہو جائیں گے امریکہ کو افغانستان سے نکلنا پڑے گا اور وہ غصہ پاکستان پر نکالے گا۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے نائب امیر قاری شبیر احمد عثمانی نے کہا کہ شہداء ختم نبوت نے فتنۂ ارتداد کا راستہ اپنا خون دے کر روکا اور ملک کو قادیانی اسٹیٹ بننے سے بچایا۔ پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ قادیانی اپنی متعینہ دینی وآئینی حیثیت سے مسلسل تجاوز کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں قانون کو حرکت میں آنا چاہیے۔ مفتی طاہر مسعود نے کہا کہ مجلس احرار اسلام اور قافلۂ امیر شریعت عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے کردار اور تسلسل کو زندہ رکھا ہوا ہے، انہوں نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت وختم نبوت کے تحفظ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔ مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت امت مسلمہ کے اتحاد کیلئے مضبوط ترین قدر مشترک ہے اور مجلس احرار اسلام ماضی کی طرح آئندہ بھی اس قدر مشترک پر اتحاد کی داعی ہے۔

کانفرنس کے اختتام پر قراردادیں بھی منظور کر لی گئیں جن میں مطالبہ کیا گیا کہ قیام ملک کے اصل مقصد نفاذ اسلام کا وعدہ پورا کیا جائے، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے اور سودی نظام معیشت کا مکمل خاتمہ کر کے اسلامی نظامِ معیشت نافذ کیا جائے، نیز حکومت سپریم کورٹ سے سود کے حق میں اپیل واپس لے، چناب نگر سمیت ملک بھر میں امتناعِ قادیانیت ایکٹ پر مؤثر عمل درآمد کرایا جائے، قادیانیوں کو اسلامی شعائر کے استعمال سے قانوناً روکا جائے اور مساجد سے مشابہت رکھنے والی قادیانی عبادت گاہوں کی ہیئت تبدیل کی جائے، کانفرنس میں خطیب اسلام مولانا محمد رفیق جامی پر پابندی کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی، کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ روزنامہ ''الفضل'' سمیت قادیانی اخبارات وجرائد کے ڈیکلریشن منسوخ کیے جائیں۔

مسافرانِ آخرت

● **حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ:** عالمی تبلیغی جماعت کے رہنما مولانا زبیر الحسن کاندھلوی، ۱۶؍ جمادی الاوّل ۱۴۳۵ھ /۱۸؍ مارچ ۲۰۱۴ء کو دہلی میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انھوں نے تمام عمر دعوت و تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کے اعمال کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قالب میں ڈھالنے میں گزار دی۔ اصلاحِ اعمال، دین کے شعبوں میں ایک اہم شعبہ ہے۔ مولانا زبیر الحسن کاندھلوی نے اس شعبہ میں ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں۔ اُن کے دعوتی بیانات سے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں تبدیلی آئی۔ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور نمازِ جنازہ میں ہندوستان بھر سے لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائیں اور دین کے لیے اُن کے مساعی قبول فرمائیں۔ **اَللّٰھُمَّ لا تحرمنا اجرہٗ و لا تفتنا بعدہ.**

● **مولانا ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ:** حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند، حضرت مولانا عبید اللہ (مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور) اور مولانا فضل الرحیم کے بھائی، مولانا ولی اللہ ۱۸؍ جمادی الاوّل ۱۴۳۵ھ / ۲۰؍ مارچ ۲۰۱۴ء کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ مرحوم اپنے تمام بھائیوں کی نسبت خاموش طبع تھے لیکن خوش طبعی کی صفت سب بھائیوں میں مشترک ہے۔ اسم با مسمّٰی ولی اللہ تھے۔ مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق رہے۔ تھانوی المشرب ہونے کے باوجود ''احراری'' تھے۔ اپنی مجالس میں یہ قصہ سنایا کرتے کہ تقسیم ہند سے قبل امرتسر کے گھر میں تمام بھائیوں میں صرف مَیں ہی احرار سے متاثر تھا۔ باقی بھائیوں نے گھر پر مسلم لیگ کا جھنڈا لگایا تو میں نے احرار کا سرخ پرچم لہرا دیا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اُن کے والد ماجد حضرت مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اس نسبت سے بھی وہ حضرت امیر شریعت سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت مولانا ولی اللہ کے انتقال سے حضرت مفتی محمد حسن رحمہ اللہ کی اولاد میں ایک اور چراغ بجھ گیا۔ ابھی مولانا عبد الرحمٰن اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا غم باقی تھا کہ مولانا ولی اللہ بھی اُن سے جا ملے۔ حق تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ مدظلہٗ، حضرت مولانا فضل الرحیم دامت برکاتہم اور خاندان کے تمام پسماندگان، جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ و علماء سب کو صبر عطا فرمائیں۔ (آمین)

● **بنت مرحومہ حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ:** رفیق امیر شریعت، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ کی بیٹی، مولانا قاضی عبد اللطیف اختر رحمہ اللہ کی اہلیہ اور قاضی قمر الصالحین کی والدہ ماجدہ ۱۶؍ جمادی الاوّل ۱۴۳۵ھ /۱۸؍ مارچ ۲۰۱۴ء کو انتقال فرما گئیں۔ اگلے روز اُن کے فرزند قاضی قمر الصالحین نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مرحومہ اپنے عظیم والد کے قدموں میں آسودہ خاک ہوگئیں۔ نمازِ جنازہ میں شجاع آباد اور اطراف کے شہروں سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ ملتان سے ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہٗ کے فرزند سید عطاء اللہ (ثالث) بخاری اور حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن کے فرزند مولوی سید عطاء المنان بخاری نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے حسنات قبول فرما کر مغفرت فرمائیں اور اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائیں۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں۔ (آمین)

● **حاجی محمد صدیق امرتسری رحمۃ اللہ علیہ:** ملتان میں ہمارے قدیم کرم فرما اور حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے انتہائی ارادت مند ''بھائی عطاء اللہ صدیق'' کے والد ماجد حاجی محمد صدیق امرتسری ۶؍ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ، ۸؍ مارچ ۲۰۱۴ء کو

ملتان میں انتقال کر گئے۔

● **آپا جی رحمہا اللہ:** جامعہ خیر المدارس ملتان کے شعبۂ تعلیم النساء کے شعبۂ حفظ قرآن کی ابتدائی اور بزرگ ترین معلّمہ اور حاجی عبدالوحید صاحب کی ہمشیر ’’آپا جی‘‘ ۹ر جمادی الاول ۱۴۳۵ھ، ۱۱ر مارچ ۲۰۱۴ء کو ۹۲ برس کی طویل عمر کی علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔ مرحومہ نے تقریباً چالیس برس بچیوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ سیکڑوں بچیوں نے ان سے قرآن کریم حفظ کیا۔ آپ کے شوہر ماسٹر محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی جامعہ خیر المدارس میں بچوں کو ناظرہ قرآن کریم پڑھاتے رہے۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں دیگر فرمائے۔ (آمین)

● **رفیق احمد چوھان مرحوم:** مجلس احرارِ اسلام بستی مولویان رحیم یار خان کے کارکن حاجی عبدالعزیز کے بھتیجے رفیق احمد چوہان مرحوم۔ انتقال: ۹ر مارچ ۲۰۱۴ء

● **محمد طارق چوھان کی نانی مرحومہ:** اسیرِ ختمِ نبوّت حاجی غلام نبی مرحوم بستی مولویان (رحیم یار خان) کی اہلیہ، صوفی محمد اسحٰق چوھان کی خوش دامن اور مولوی محمد طارق چوھان کی نانی مرحومہ۔ ۱۵ر مارچ ۲۰۱۴ء کو نمازِ فجر ادا کی اور روح پرواز کر گئی۔

● **خواجہ عبدالرؤف صدیقی رحمۃ اللہ علیہ:** سابق رکن مرکزی شوریٰ مجلس احرارِ اسلام، سابق سالار جمعیت علماء اسلام اور محترم حافظ جمال ناصر کے والد ماجد۔ انتقال: ۱۴ر مارچ بروز جمعہ۔ بعمر ۹۰ سال، نمازِ جنازہ ۱۵ر مارچ، جامعہ خیر المدارس

● **شیخ منور مرحوم:** شیخ حسین اختر لدھیانوی ملتان، کے پھوپھی زاد۔ انتقال: ۷ر مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ، لاہور

● **حافظ محمد ندیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ:** انتقال: مدینہ منوّرہ، ۱۹ر جمادی الاول ۱۴۳۵ھ، ۲۱ر مارچ ۲۰۱۴ء۔ طویل عرصہ سے مدینہ منوّرہ میں مقیم تھے۔ نہایت خوش طبع ہنس مکھ اور جید حافظ تھے۔ مجلس احرار اسلام سے فکری وابستگی تھی۔ جن دنوں لاہور میں ہوتے تو حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کے ماہانہ درس قرآن میں دفتر احرار ضرور تشریف لاتے۔

● **مولانا اظہار الحق رحمہ اللہ:** جمعیت علماء اسلام لاہور کے امیر حضرت مولانا محبّ النبی کے داماد۔ انتقال: ۱۹ر مارچ ۲۰۱۴ء

● جہادی رہنما مولانا اللہ وسایا قاسم رحمتہ اللہ علیہ کے نانا جان پیر بخش انتقال کر گئے

● چیچہ وطنی جماعت کے کارکن مولانا قاری زاہد محمود (صدر مدرس جامعہ مدینہ بلاک نمبر 18 چیچہ وطنی) کے برادرِ نسبتی قاری عبیدالرحمٰن ضیاء ۲۱ر مارچ کو انتقال فرما گئے

● روزنامہ ’’جنگ‘‘ لاہور کے سینئر صحافی جناب امتیاز علی راشد کی والدہ ماجدہ مارچ کے پہلے عشرے میں انتقال فرما گئیں

● جوہر آباد میں ہمارے ہم فکر صحافی اور دوست محمد احسان اللہ صدیقی ۱۰ر مارچ کو انتقال فرما گئے، تمام دینی جماعتوں کے ترجمان اور دردِ دل والے انسان تھے، تحفظِ ختم نبوت کے محاذ پر ہمہ وقت تعاون کے لیے تیار ہوتے، عبداللطیف خالد چیمہ نے مرحوم کے والد گرامی کے علاوہ مفتی محمد زاہد سے بھی تعزیت کا اظہار کیا۔

● اوکاڑہ کے سنئیر صحافی اور جمعیت علماء اسلام پنجاب کے رہنما حافظ عتیق الرحمٰن کے والد گرامی حافظ حاجی اللہ دتہ ۲۷ر فروری کو انتقال فرما گئے، عبداللطیف خالد چیمہ نے اوکاڑہ کے ساتھیوں کے ہمراہ حافظ عتیق الرحمٰن کی رہائش گاہ پر تعزیت کا اظہار کیا۔

● مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی کے دیرینہ معاون ماسٹر عطاء محی الدین کی اہلیہ ادائیگی عمرہ کے بعد مدینہ منورہ میں انتقال کر گئیں جنہیں جنت البقیع میں سپردخاک کردیا گیا۔

قارئین سے درخواست ہے کہ ایصال ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خصوصی اہتمام فرمائیں (ادارہ)

دعائے صحت

● حافظ عبدالرحیم نیاز (رحیم یار خان) رکن مرکزی مجلس شوریٰ

● جناب سردار عزیز الرحمٰن سنجرانی: مجلس احرارِ اسلام ضلع ملتان کے سابق ناظم و رکن مرکزی مجلس شوریٰ۔

● چودھری محمد اکرام (لاہور) ● اہلیہ محترمہ ملک محمد یوسف صاحب (لاہور)

● محمد بشیر چغتائی (مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق سفیر)

● احرار ختم نبوت مشن برطانیہ کے صدر جناب شیخ عبدالواحد (گلاسگو) کے فرزند شیخ عبدالماجد علیل ہیں۔

● روزنامہ ''اوصاف'' اسلام آباد کے ایڈیٹر جناب ظفر سلطان کی اہلیہ کا بائی پاس ہوا ہے۔

● انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ کے مرکزی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر احمد علی سراج دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں اور راولپنڈی کے ہسپتال میں زیر علاج ہیں ● دفتر احرار لاہور کے کارکن شوکت علی کے فرزند شاہران۔

● دفتر احرار چیچہ وطنی کے حافظ محمد سلیم شاہ کے والد سید خلیل الرحمٰن علیل ہیں۔

● جناب شیخ احسان اللہ (وزیرآباد) سابق رکن مرکزی مجلس شوریٰ مجلس احرارِ اسلام پاکستان۔ حکیم شیخ نجم الہدیٰ کے والد ماجد جماعت کے قدیم ترین کارکنوں میں سے ہیں، پیرانہ سالی اور دیگر عوارض کی وجہ سے شدید علیل ہیں۔

● تحریک طلباء اسلام ملتان کے رہنما فرحان الحق حقانی علیل ہیں۔

● ٹوبہ ٹیک سنگھ کے احرار کارکن حافظ عبدالوحید کے ماموں محمد رفیق عارضۂ قلب میں مبتلا ہیں۔

● ہمارے کرم فرما جناب محمد اشرف (گلاسگو) علیل ہیں۔

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مریضوں کو شفاءِ کاملہ عطاء فرمائے (آمین)

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

رُوح افزا
SHARBAT
ROOH AFZA
اور کیا چاہیئے!

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

"الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔"

(مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔"

(مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین معلم اسلامیات Tel:041-8814908

دعاؤں کے طالب

CARE کیئر
PHARMACY فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! فیصل آباد میں 9 برانچز آپ کی خدمت کیلئے 24 گھنٹے کھلی ہیں۔